اے بی سی آڈٹ بیورو آف سرکولیشن کی مصدقہ اشاعت

لہٗ دعوۃ الحق

قرآن و سنت کی تعلیمات کا علمبردار

جلد نمبر ۲۳
شمارہ ۶
رجب/شعبان ۱۴۰۸ھ
مارچ ۱۹۸۸ء

ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک

فون نمبر ڈائریکٹ ڈائیلنگ سسٹم
۳۴۱/۳۴۰
۴۳۵
کوڈ نمبر ۰۵۲۳۱۷

مدیر: مولانا سمیع الحق

اس شمارے میں

بدل اشتراک

پاکستان میں سالانہ	۴۰/- روپے	بیرون ملک/بحری ڈاک	۶ پونڈ
فی پرچہ	۴/- روپے	″ ″ ہوائی ڈاک	۱۰ پونڈ

سمیع الحق استاذ دارالعلوم حقانیہ نے منظور عام پریس پشاور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے شائع کیا

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

- مسئلہ افغانستان اور جمعیۃ العلماء اسلام کا موقف
- گول میز کانفرنس میں مولانا سمیع الحق کا خطاب
- حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کی اہلیہ محترمہ کا انتقال

دینی غیرت وحمیت اور اسلامی جذبۂ جہاد سے سرشار افغان مجاہدین کی مسلسل آٹھ سالہ تاریخ ساز اور بے مثال قربانیاں بالآخر رنگ لائیں اور روس نے افغانستان سے اپنی فوجوں کی واپسی کا مژدہ بھی سنا دیا۔ روسی فوجوں کی واپسی کے بعد کیا واقعۃً بھی افغانستان آزاد ہو جائے گا؟ وہاں پر اسلامی ریاست کا قیام، نفاذِ شریعت کا عمل، افغان مجاہدین کی اپنی مرضی کی حکومت اور منتشر مہاجرین کا امن وسکون سے اپنے ملک میں زندگی بسر کر سکنا! یہ ہیں مستقبل کے مسائل۔ جن کے حل کرنے میں افغان قائدین، سیاسی مدبرین اور حکومتِ پاکستان نے حد درجہ حزم واحتیاط، ہوشمندی اور عزیمت و استقامت کا ثبوت پیش کرنا ہے۔ پاکستان نے مسلسل آٹھ سال سے ایک سپر پاور اور ظالم جارح کے مقابلے میں مظلوم ومجروح کا بھرپور ساتھ دینے کی جو شاندار نظیر قائم کی ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ پاکستان خود بھی سرخرو ہو اور اس کی کاوشیں افغان مجاہدین کی فتحمندی اور افغان مہاجرین کی باعزت وطن واپسی کا ذریعہ بن سکیں۔

چنانچہ وزیر اعظم پاکستان نے اسی مسئلہ کی نزاکت واہمیت کے پیشِ نظر ایک قومی موقف اختیار کرنے کی غرض سے ایم آر ڈی سمیت ۱۹ سیاسی جماعتوں کے راہنماؤں کی آل پارٹیز گول میز کانفرنس بلائی، سب نے وزیر اعظم کے اس اقدام کو حوصلہ افزا اور خوش آئند قرار دیا اور بعض لیڈروں کے بزعم غیر جمہوری اور متنازعہ اسمبلی کے غیر نمائندہ اور متنازعہ وزیر اعظم ہونے کے باوجود بھی بحیثیت ان کے واقعی وزیر اعظم ہونے کے مسئلہ کی اہمیت کے نقطۂ ضرورت کے پیشِ نظر پالیسی پردہ کسی کے اشارۂ ابرو کی اطاعت میں ان کی دعوتِ گول میز کانفرنس قبول کر لی گئی۔

قائد جمعیۃ مولانا سمیع الحق مدظلہ کو بھی وزیر اعظم کا دعوت نامہ پہنچا تو جمعیۃ علماء اسلام کی مرکزی مجلسِ عاملہ نے گول میز کانفرنس میں بھی اعلاء کلمۃ الحق کی خاطر قائدِ جمعیۃ کی شرکت ضروری سمجھتے ہوئے انہیں افغان مجاہدین کی بھرپور حمایت، اظہارِ حق اور جمعیۃ کا موقف بیان کرنے کے لیے شرکت پر آمادہ کر لیا۔

چنانچہ گول میز کانفرنس ۵ اور ۶ مارچ دو روز تک جاری رہی جس میں زیادہ تر لیڈروں نے افغانستان کے مستقبل، مجاہدین کے موقف اور مہاجرین کی باعزت واپسی کے تمام پہلوؤں کو نظرانداز کر کے معاہدے پر دستخط کر دیئے جانے پر زور دیا بلکہ بزنجو، بلیجو،

معراج محمد خان اور فتحیاب جیسے لوگوں نے تو مہاجرین کے خلاف اوچھی زبان بھی استعمال کی اور افغانستان میں مستقبل کی آزاد اسلامی حکومت کو "ملّا شاہی" قرار دے کر نفاذ شریعت اور نظام اسلامی کا مذاق بھی اڑایا ـــــ اس موقع پر اس نظریہ کے حامل لوگوں کو وزیر اعظم کی موجودگی میں قائد جمعیۃ مولانا سمیع الحق نے جارح روس کے وکیل، اس کے ایجنٹ اور زرخرید گماشتے قرار دیا اور کہا کہ مجاہدین کے بارہ میں اس قدر سوقیانہ اور روسی زبان کا استعمال ۱۳ لاکھ شہداء کے خون سے استہزاء اور تمسخر کے مترادف ہے۔

کانفرنس کے اختتام پر کھانے کی میز پر جب مولانا شاہ احمد نورانی نے طنزاً شریعت بل کا ذکر چھیڑ دیا تو وزیر اعظم نے نظام شریعت پر علماء کے عملاً اتفاق کو چیلنج کیا، جبکہ اس سے قبل بھی مستی میں بلوچستان کے بلدیاتی کنونشن سے خطاب کرتے ہوئے وزیر اعظم کا یہ بیان کہ "اگر علماء متفق ہو جائیں تو حکومت بلا تاخیر شریعت نافذ کر دے گی" اخبارات میں آچکا تھا ـــــ تو قائد جمعیۃ مولانا سمیع الحق نے تمام سیاسی جماعتوں کے لیڈروں اور ہر مکتب فکر سے تعلق رکھنے والے علماء کی موجودگی میں وزیر اعظم کے جواب میں کہا کہ: "جمعیۃ علماء اسلام کے رہنماؤں کا سینٹ میں پیش کردہ شریعت بل جس میں ۲۲ نکات سمیت شریعت کے تمام بنیادی اصول سمو دیئے گئے ہیں تمام مکاتب فکر کے جید اور نمائندہ علماء کا متفقہ ہے۔ اگر گول میز کانفرنس میں شریک کسی بھی مکتب فکر کے عالم دین، کسی بھی سیاسی پارٹی کے رہنما یا ہاؤس کے کسی بھی معزز رکن کو اس کی کسی بھی دفعہ یا جزئیہ تک سے اختلاف ہو اور وہ قرآن و سنت کے علمی اور قطعی دلائل کی روشنی میں اس کی نشاندہی کر دے تو اسے بڑی خوشی سے قبول کر لیا جائے گا"، مگر عملاً اس کی جرأت کسی کو بھی نہ ہو سکی اور کیسے ہوتی کہ انگلی رکھنے کی جگہ ہی نہ تھی ـــ

وہ خود بتائیں کہ روشن ہے آفتاب کہاں
مجھے یہ ضد بھی نہیں ہے کہ دن کو رات کہوں

گویا مولانا سمیع الحق نے وزیر اعظم سمیت ارباب حکومت و سیاست سب پر عملاً یہ واضح کر دیا کہ شریعت بل کے واقعتہً "نظام شریعت" ہونے پر کسی کو اختلاف نہیں، اختلاف کا مفروضہ ان کا گھڑا ہوا ہے جو عملاً شریعت کے نفاذ میں مخلص نہیں ہیں۔

۱۹۸۵ء کا الیکشن ہو یا اس سے قبل مارشل لاء کا دور ہو قائد شریعت شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق مدظلہ اور ان کے صاحبزادے قائد جمعیۃ مولانا سمیع الحق نے ایک مسلمان اور عالم دین کی حیثیت سے حکومت کے ایوان میں اعلاء کلمۃ الحق کا جو موقف اختیار کیا تھا جو موجودہ دور میں کسی بھی سیاسی عمل کی وجہ جواز کے لیے نقطہ ضرورت کے مفروضے سے ہزار درجہ مقدم قطعی منصوص ہے، آج حرف بحرف اس کی سچائیاں عملاً سب کے سامنے نکھر کر ظاہر ہو رہی ہیں ـــ ہمیں کسی سے اس کے اقرار کرانے اور بیان داغ ڈالنے کی ضرورت نہیں ـــ عملاً سب نے یہی وجہ جواز پیش کی کہ مسئلہ افغانستان چونکہ ملک کے تحفظ اور مسلمان ملت کا مسئلہ ہے لہٰذا اپنا موقف خواہ حکومت اس کو ملحوظ رکھے یا نہ رکھے بیان کر دینا ضروری تھا۔ جب کہ قائد جمعیۃ مولانا سمیع الحق آٹھ دس سال سے یہی کہہ رہے ہیں کہ جناب! نفاذ شریعت کا مسئلہ تو سب پر مقدم اور فائق ہے

کوئی مانے یا نہ مانے تحریک نفاذِ شریعت اور غلبۂ اسلام کے کام سے چھٹی کر لینا شانِ مسلم کے زیبا نہیں۔ اعلاء کلمۃ الحق، علماء حق اور نائبانِ رسول کا فریضۂ منصبی ہے سلطان جائر (خواہ وہ فوجی حکمران کی صورت میں ہو یا پیپلز پارٹی اور مسلم لیگی وزیر اعظم کی صورت میں ہو، پارلیمنٹ کا ایوان ہو یا گول میز کانفرنس کا میدان ہو) ظالم بادشاہ کے سامنے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اور اسے جھنجوڑ جھنجوڑ کر کلمۂ حق کہنا افضل جہاد ہے۔ اور الحمد للہ کہ جمعیۃ علماء اسلام نے کسی وقت بھی دعوت و عزیمت کے اس تاریخی تسلسل کو قائم رکھنے میں کوتاہی نہیں کی۔ جمعیۃ کے راہنما صدر ایوب، یحییٰ خان، وزیر اعظم بھٹو، صدر ضیاء الحق کی فوجی آمریت اور مسلم لیگ کی آمرانہ جمہوریت میں سیاسی فضا کے تکدر، ناموافق ماحول اور ناساز گار حالات میں بھی جس طرح اعلاء کلمۃ الحق کا فریضہ ادا کرتے رہے، اسی جہادِ عزیمت کے تسلسل کو قائم رکھتے ہوئے وزیر اعظم کی گول میز کانفرنس میں بھی جمہور مسلمانوں، افغان مجاہدین کی ترجمانی اور مستقبل کے آزاد اسلامی افغانستان کے قیام و استحکام کے سلسلہ میں قائد جمعیۃ حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ نے جمعیۃ علماء اسلام کا جو مؤقف پیش کیا وہ چونکہ تحریری نہیں تھا تقریر کی شکل میں تھا اس لیے اس کا مفصل متن تاحال نہیں مل سکا مگر اس کے بنیادی نکات اور خلاصہ یہ تھا کہ:۔

——— اب تک مسئلہ افغانستان میں حکومتِ پاکستان اور افغان مجاہدین کی پالیسی کامیاب رہی ہے مستقبل میں اس ٹھوس اور مضبوط مؤقف پر آزادئ وطن اور حریتِ اقوام کا ایک تاریخی اور زریں باب رقم ہوگا۔ اس وقت ہمارے سامنے اولین مسئلہ افغان مجاہدین کی ہمدردی اور مہاجرین کو پناہ دینا تھا اور الحمد للہ کہ اسلامی اخوت کی بناء پر ہم مظلوم افغانوں کی ہمدردی اور ہر ممکن امداد کرتے رہے، جبکہ ان مظلوموں نے صرف اپنی ہی نہیں بلکہ پاکستان کے دفاع کی بھی جنگ لڑی ہے۔ افغانستان کے میدانِ کارزار میں افغان مجاہدین کی بے مثال تاریخی قربانیاں اپنی مثال آپ ہیں، اس سلسلہ میں ویٹ نام وغیرہ بھی پیچھے رہ گئے ہیں۔ مجاہدین نے اپنے سے کئی گنا ایک بڑی طاقت اور استعماری قوت کی یلغار کو بریک لگا دی ہے ——— مگر اب روس میدانِ جنگ میں ہار جانے کے بعد بڑی شاطرانہ تثلیثی چال (روس، بھارت، امریکہ گٹھ جوڑ) سے مذاکرات کی میز پر مستقبل کی سیاست جیتنا چاہتا ہے، جس کا واضح ثبوت بھارت کا کھل کر میدان میں آجانا ہے۔ تاہم مجاہدین کی بے نظیر پامردی اور استقامت سے افغانستان میں ہزیمت اور رسوا ترین شکست روس کا مقدر بن چکی ہے اور وہ اپنی فوجوں کی واپسی کے لیے خود ایک وقت متعین کر چکا ہے، تو معاہدہ پر ہمارے دستخط کر دینے یا نہ کرنے سے ہر دونوں صورتوں میں روس افغانستان سے واپس چلا جائے گا۔

جنیوا مذاکرات کا روسی فوجوں کی واپسی سے کوئی تعلق نہیں۔ فوجوں کی واپسی کا فیصلہ روس نے افغانستان میں اپنی ناکامی، مجاہدین کی ناقابلِ شکست مزاحمت، مقبوضہ مسلم علاقوں میں بیداری کی لہر، بین الاقوامی سطح پر ذلت و رسوائی اور بڑھتی ہوئی مذمت اور افغانستان کی بلاجواز جنگ کے داخلی نتائج اور گورباچوف کی نئی خارجہ پالیسیوں کا نتیجہ ہے۔ اس سلسلہ میں جمعیۃ علماء اسلام کا مؤقف یہ ہے کہ روس نے ۹ سال تک افغانستان کی تباہی اور ہلاکت کے جن سنگین

اور بھیانک جرائم کا ارتکاب کیا ہے اب وہ نتائج کے سلسلہ میں اپنی ذمہ داری قبول کرے۔ افغانستان کی تعمیرِ نو، امن و سکون کی بحالی، مہاجرین کی واپسی اور آزاد اسلامی ریاست کے قیام اور بقاء و تحفظ اور اس کے استحکام کی ذمہ داریوں میں اسے جکڑے بغیر وہ یونہی رخصت ہو گیا تو پھر وہ مستقبل میں جس طرح کی من مانی کرنا چاہے گا کر سکے گا تو پھر اس وقت اس کے ناک میں نکیل ڈالنا ناممکن ہوگا۔

افغانستان میں روسی یلغار کا مقصد ہی یہی ہے کہ یہاں پر اس کا سکہ اور نظام چلتا رہے۔ داؤد، ترکئی، امین، کارمل اور نجیب سب اس کے پیادے، فرستادے اور کٹھ پتلی تھے۔ جب جارحیت کا خاتمہ اور روسی تسلط سے خلاصی ہی مقصود ہے تو لامحالہ جارحیت اور ظلم کے اثرات و ثمرات کو بھی محو کرنا ہوگا۔

لہٰذا پاکستان کو موجودہ شکل میں جنیوا معاہدہ پر دستخط کر کے بلاوجہ ایک مضبوط حلیف قوت افغان مجاہدین کی ناراضگی ہرگز مول نہیں لینی چاہیئے۔

جہاں تک امریکہ کی پالیسی کا تعلق ہے تو امریکہ اپنی نئی پالیسی سے ایک تیر سے دو شکار کھیلنا چاہتا ہے اور دو طرح کے فائدے حاصل کرنا چاہتا ہے، ایک افغانستان سے روسی فوجوں کا انخلاء اور دوسرا افغان مجاہدین کی آزاد اور اسلامی حکومت کے قیام میں رکاوٹ۔

امریکہ سمیت دنیا کی سوشلسٹ، کمیونسٹ اور لادین حکومتیں بظاہر افغانوں کی حمایت کے باوجود وہاں پر آزاد اسلامی ریاست کا قیام ہرگز نہیں چاہتیں۔ چونکہ افغانستان میں اسلامی انقلاب کے اثرات ایران، پاکستان اور وسط ایشیا پر پڑ سکتے ہیں۔ امریکہ نئی شاطرانہ پالیسی سے اس کا تحفظ اور سدِ باب چاہتا ہے۔ اگر امریکہ ساتھ نہ بھی دے تب بھی مجاہدین اللہ کی نصرت اور بھروسہ پر ایک عظیم اسلامی انقلاب اور آزاد اسلامی ریاست کے قیام و استحکام میں ان شاء اللہ کامیاب ہو کر رہیں گے۔ بعض لوگ خانہ جنگی کے خطرہ کو سامنے لاتے ہیں، خانہ جنگی کا اندیشہ دستخط کرنے نہ کرنے دونوں صورتوں میں موجود ہے۔

امریکہ روس گٹھ جوڑ کی موجودہ پالیسی قبول کر لینے کی صورت میں مستقبل کے اندیشوں کے بارے میں گذارش ہے کہ اس پالیسی کو قبول کر لینے کی صورت میں بھی افغانستان کی سالمیت، خانہ جنگی سے تحفظ اور اس کے اثرات سے پاکستان کی حفاظت کی ضمانت نہیں دی جا سکتی۔ پاکستان کی سلامتی بھی اسی میں ہے کہ پڑوس میں خالص آزاد اسلامی ریاست کا قیام ہو اگر امریکہ گٹھ جوڑ کو تسلیم کر لیا گیا تو یہ ۱۳ لاکھ شہداء کے خون سے تمسخر کرنا ہوگا۔ ایسی صورت میں افغانستان میں لادین کمیونسٹ حکومت قائم ہوگی جس کی وجہ سے پاکستان میں بھی پختونستان اور سندھو دیش وغیرہ کے شوشے چھوڑے جاتے رہیں گے، بدامنی اور دھماکے پہلے سے کئی گنا بڑھ جائیں گے۔ ہمارے لیے افغانستان میں مضبوط، مستحکم اسلامی حکومت ایک بہترین پڑوسی ثابت ہو سکتی ہے۔

افغانستان کی جنگ میں اصل فریق اپنے وطن کی آزادی اور دفاع کی جنگ لڑنے والے افغان مجاہدین اور حملہ آور روس ہیں۔ مجاہدین اپنے وطن کی آزادی میں ۱۳ لاکھ جانوں کا نذرانہ پیش کر چکے ہیں۔ پاکستان ان کا حامی و ناصر، ان کا میزبان اور پڑوسی، ان کا حلیف و مددگار، ان کا وکیل و ترجمان، خود ایک متاثرہ ملک اور افغانستان کے مسئلہ میں اسکی حیثیت ایک مصالحت کنندہ کی ہے۔

لہٰذا یہ ابھی سے طے ہونا چاہیئے کہ افغان مجاہدین کو نا قابلِ قبول یا ان کی شمولیت اور رضامندی کے بغیر کوئی معاہدہ نہیں ہونا چاہیئے۔ جو معاہدہ بھی افغان مجاہدین کی کامیابی اور افغان مہاجرین کی امن و سکون سے واپسی کی ضمانت نہ دے وہ افغانستان کو خانہ جنگی میں دھکیل دے گا اور پاکستان کو بھی لے ڈوبے گا۔ پاکستان کا مفاد اور اس کی سالمیت و استحکام مجاہدین کی کامیابی اور ان ہی کے مؤقف پر مبنی معاہدے سے وابستہ ہے۔ پوری مسلم دنیا، غیر جانبدار تحریک، اقوامِ متحدہ کے ۱۲۳ ممالک اور اسلامی سربراہ کانفرنس بھی بارہا اس مؤقف کی تائید کر چکے ہیں۔ اگر خدانخواستہ اس سے انحراف کر لیا گیا اور افغان مجاہدین کے مؤقف، افغان مہاجرین کے مفاد اور ان کا بھرپور ساتھ دینے والی قوتوں کی رائے کو اگر خدانخواستہ نظر انداز کر دیا گیا تو جس مؤقف کے تسلسل سے پاکستان نے عالمی رائے عامہ اور بالخصوص مسلم دنیا میں عزت و افتخار کا جو مقام حاصل کیا ہے وہ بھی ہاتھ سے جاتا رہے گا۔

گول میز کانفرنس میں صرف اس مؤقف کی مدلل وضاحت پر اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ اس مؤقف کو منوانے، اس میں وزن ڈالنے اور مؤثر بنانے کے لیے قائد جمعیۃ مولانا سمیع الحق کی تحریک و تجویز پر قائد شریعت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ نے ۱۲ مارچ ۸۸ء بروز ہفتہ تمام دینی و مذہبی جماعتوں کے قائدین، ملک کے ممتاز سکالرز، دانشور، سیاسی مدبرین، اربابِ علم و فضل اور ذی رائے اصحابِ علم و بصیرت کا جامعہ اسلامیہ کشمیر روڈ راولپنڈی میں ایک نمائندہ اجلاس طلب کیا، جس میں ملک بھر کی تمام دینی جماعتوں کے راہنماؤں اور شرکائے اجلاس نے اس مؤقف کی بھرپور تائید کی اور حکومت پر واضح کیا کہ اس واضح اور ٹھوس لائحہ عمل سے سرِمو انحراف بھی مستقبل کے بھیانک خطرات اور ملکی سالمیت کی ہچکولے کھاتی نیا کے ڈوبنے اور ہلاکت کا ذریعہ بن سکتا ہے۔

وفیات :— حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کی اہلیہ محترمہ کا انتقال

محدثِ کبیر، استاذ العلماء، قائد شریعت، شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق مدظلہ کی رفیقۂ حیات، قائد جمعیۃ جناب مولانا سمیع الحق، مولانا انوار الحق، مولانا محمود الحق اور مولانا اظہار الحق کی حقیقی اور نسبی والدہ اور ہزاروں علماء، فضلاء، مشائخ، مجاہدین، اساتذہ علم اور طلبہ دین کے لیے خیر و برکت، دعاؤں کا مرکز اور روحانی والدہ اپنی طویل علالت کے بعد مورخہ ۲۴ مارچ کو صبح ۳ بجکر ۲۰ منٹ پر پولی کلینک ہسپتال اسلام آباد میں اس دارِ فانی سے رحلت کر کے اپنے رب کے حضور پہنچ گئیں۔ إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔ جس کی رضا کے حصول کیلئے مرحومہ مغفورہ نے اپنی پوری زندگی وقف کر رکھی تھی۔

دادی اماں مرحومہ (حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کی والدہ مرحومہ مغفورہ) کے حادثۂ انتقال کے بعد یہ دوسرا ایسا سانحہ ہے جس نے حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کے خاندان، مرکزِ علم دارالعلوم حقانیہ کے روحانی فرزندوں اور حقانی برادری کے تمام افراد کے سکونِ خاطر کو درہم کر دیا۔ مرحومہ نے عفت اور حیاداری کے ماحول میں آنکھیں کھولیں، پھر اسی ماحول میں ان کی تربیت ہوئی اور بقیہ زندگی علمی و دینی ماحول میں پوری کر کے اپنے خدا کی بارگاہِ رحمت و عنایت میں پہنچ گئیں۔

اس پیکرِ عفت و وفا نے اپنی زندگی کی تمام بہاریں اور خوشیاں گلشنِ علمِ دین کی آبیاری اور طالبانِ علومِ نبوت کی خدمت گذاری میں گذار دیں، ۳۰ سال تک طلبہ دارالعلوم کے لیے اپنے ہاتھوں سے آٹا گوندھتی اور روٹی پکاتی رہیں اور اس خدمت کے لیے بعض اوقات خود کو بڑی خندہ جبینی اور مسرت کے ساتھ برداشت سے زیادہ مشقت اور تعب میں ڈال کر خدا جانے کتنا کتنا اجر کما لیا کرتی تھیں۔

فرشتہ خصلت، بے زبان، بے نفس اور درویش صفت مزاج تھا۔ ان کے ہاتھ یا زبان سے کبھی بھی کسی انسان بلکہ کسی ذی روح تک کو اذیت نہیں پہنچی۔ فقر و غربت، عسر و افلاس اور ناگفتہ بہ حالات میں اطاعت کیشی، شوقِ عبادت اور ذوقِ خدمت میں جس طرح اپنی نظیر نہیں رکھتی تھیں اسی طرح صلہ رحمی، عزیزوں قریبوں اور ہمسایوں کے ساتھ حسنِ سلوک میں بھی اپنی مثال آپ تھیں۔

قدرت نے ان کی فطرت میں حیاء و عفت اور دینی حمیت کوٹ کوٹ کر بھر دی تھی، اور واقعہ بھی یہ ہے کہ نورِ عصمت کی رعنائی، ہر قسم کی خوبی و زیبائی پر مقدم اور فائق ہوتی ہے۔ خاتمہ بالخیر اور اخروی سعادت کا اس سے بڑھ کر اور کیا مقام ہو سکتا ہے کہ مرحومہ اپنی علالت کے آخری ایام میں دمِ واپسیں تک جب بھی ہوش میں آتیں تو شدتِ درد اور تکلیف کے باوجود زبان پر کوئی حرفِ شکایت یا ہائے اُف لانا تک گوارا نہ کرتیں بلکہ "اللہ میری توبہ، اللہ میری توبہ" کے کلماتِ عجز و انکسار اور توبہ و استغفار کا سلسلہ جاری ہو جاتا۔

حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کے دارالعلوم کے قیام و استحکام کے مساعی، طلبہ کی خدمت اور اہتمام و انتظام، فضلاء کی تربیت، قومی و ملی خدمات، اضیاف کی کثرت، مسلسل اسفار اور مختلف ادوار میں اہم دینی اور سیاسی تحریکوں میں شرکت اور رہنمائی و قیادت کی اہم ذمہ داریوں میں بڑا دخل سکونِ قلب کا ہے جس میں سب سے بڑا حصہ رفیقۂ حیات کا ہوتا ہے۔ اس میں ذرہ برابر بھی شک نہیں کہ جس طرح زندگی کے ہر مرحلے میں مرحومہ حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کے ساتھ رفیق اور شریک رہیں اسی طرح اجر و صلہ میں بھی وہ برابر کی شریک رہیں گی۔

مرحومہ کی گذشتہ دس پندرہ برس سے صحت خراب اور علیل رہتی اور صاحبِ فراش تھیں۔ علاج کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا گیا مگر قائدِ شریعت شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق مدظلہ اور ان کے صاحبزادے حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ مرحومہ کی شدید علالت کی وجہ سے انتشارِ حال اور پراگندگی خاطر کے باوجود جس طرح دارالعلوم کے تعلیمی نظم و نسق، اجتماعی نظام و اہتمام، تدریسی خدمات، سیاسی اور قومی و ملی امور میں بھرپور شرکت، ملک و بیرونِ ملک کے مسلسل اسفار اور پارلیمنٹ

اور سیاست کے میدان میں باطل قوتوں سے مسلسل اور زبردست معرکہ آرائی اور پنجہ آزمائی کرتے رہے، یہ بجائے خود تعجب انگیز تو ہے تاہم اسے علومِ نبوت کا معجزہ ہی قرار دیا جاسکتا ہے ورنہ اس طویل عرصہ میں کبھی بھی مرحومہ کے معالجے، تیمار داری، آسائش اور جذبۂ خدمت سے ان کے دل و دماغ نے فراغ خاطر نہیں پایا۔

زندگی میں اعمالِ صالح اور عفت و پاکدامنی اور مخلصانہ اطاعت و خدمت گذاری کا بے پایاں اجر و ثواب تو مغفرت اور رفع درجات کا ذریعہ ہے ہی مگر اس سے بڑھ کر مرحومہ کا صدقۂ جاریہ اور اس پر مرتب ہونے والے اجر و ثواب، قرب و رضا، اخروی ترقیات اور موعودہ بلند درجات کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔

مرحومہ کے صدقۂ جاریہ میں صرف دارالعلوم میں ان کے نسبی فرزندوں حضرت مولانا سمیع الحق اور حضرت مولانا انوار الحق کی خدماتِ دین اور تدریسِ علم ہی نہیں یا صرف قائدِ جمعیۃ مولانا سمیع الحق کی برپا کردہ تحریکِ نفاذِ شریعت، فوجی جرنیلوں اور حکمرانوں کے ایوان میں پیش کردہ شریعت بل، اعلاء کلمۃ الحق کے مساعی جمیلہ، کاروانِ جمعیۃ کی نظامتِ علیا، متحدہ شریعت محاذ کی تشکیل، شیعہ جارحیت اور خمینی ازم کے خلاف متحدہ سُنی محاذ کی تجویز و تشکیل، جہادِ افغانستان کے بارے میں ٹھوس مؤقف اور دینی جماعتوں کا متفقہ طور پر اس کی بھرپور حمایت، حکومت کی منافقت اور مغرب کی لادین سیاست کے خلاف یلغار اور اس نوع کے بیسیوں دینی اور قومی و ملی خدمات تک محدود نہیں بلکہ مادرِ علمی مرکزِ علم دارالعلوم حقانیہ کے ہزاروں روحانی فرزند، علماء، فضلاء، مشائخ، ملک و بیرونِ ملک جہاں جہاں بھی درس و تدریس، تبلیغ و اشاعتِ دین، امامت و خطابت، تصنیف و تالیف یا ریسرچ و تحقیق میں مصروف ہیں یا افغانستان کے معرکۂ کارزار میں رُوسی دشمن کے ساتھ برسرِ پیکار ہیں یا بعض خوش نصیب خلعتِ خونِ شہادت سے سرفراز ہو چکے ہیں، خواہ وہ براہِ راست حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کے تلامذہ ہوں یا مرحومہ کے فرزندِ دلبند مولانا سمیع الحق اور مولانا انوار الحق کے شاگرد یا ان کے شاگردوں کے شاگرد، ان کے اعمالِ حسنہ اور باقیات صالحات میں ان کے اساتذہ کی طرح مرحومہ کا بھی برابر کا حصہ ہے۔

اگر کسی خوش نصیب کے جنازہ میں اخلاص سے سو آدمی جمع ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ میت اور حاضرین سب کی مغفرت فرما دیتے ہیں، اور مرحومہ کے جنازے میں تو ماشاء اللہ بغیر کسی پیشگی اطلاع اور اہتمام کے ۷۰، ۸۰ ہزار سے بھی زائد مسلمانوں کی حاضری تھی۔ اکابر علماء، فضلاء، محدثین، اساتذۂ دین، مشائخ عظام اور طلبہ کے علاوہ سیاسی اور مذہبی جماعتوں کے راہنما، سات جماعتی افغان اتحاد کے مرکزی قائدین، جہادِ افغانستان کے محاذِ جنگ کے جرنیل، سینٹ اور قومی و صوبائی اسمبلیوں کے ممبر، وزراء اور گورنر اور مخلص دیندار عامۃ المسلمین، خدا جانے کہاں کہاں سے مخلوقِ خدا کھینچ کھینچ کر جنازہ میں شرکت کی سعادت حاصل کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ جنازہ گاہ کو اپنی وسعتوں کے باوجود تنگدامنی کی شکایت تھی۔ لوگ جنازہ گاہ کے باہر کی گلیوں، دارالحفظ کے سامنے والے صحن اور دارالعلوم کی نئی خریدکردہ جنازہ گاہ سے

جانبِ مشرق کو متصل زمین پر صفیں بنائے کھڑے تھے ——— صرف یہ نہیں بلکہ مرحومہ کی وفات کے بعد آج چوتھے روز تک کراچی سے لے کر خیبر تک مخلصین و محبین، متعلقین کا ایک تانتا بندھا ہوا ہے، ضلع وار قافلے در قافلے مرحومہ کے لیے دعائے مغفرت، ایصالِ ثواب اور فاتحہ خوانی کے لیے دور دراز علاقوں سے سفر کر کے پہنچ رہے ہیں۔

یہ دیدنی مناظر دیکھ کر اگر ایک طرف یہ یقین پختہ ہو جاتا ہے کہ لوگوں کے دل ابھی تک علمِ دین سے محبت اور علم نوازی کے جذبات سے معمور ہیں، تو دوسری طرف مرحومہ کی نیک بختی اور اُخروی سعادتمندی پر رشک بھی۔ شاید صدیوں میں کہیں ایسا جنازہ اور کسی صالحہ کی وفات کے بعد اس کے ساتھ اس قدر ہمدردی، نہ ختم ہونے والا صدقۂ جاریہ دعائے مغفرت اور ایصالِ ثواب کا اہتمام کیا گیا ہو۔

ملک و بیرونِ ملک اور اطراف و اکناف سے تعزیت ناموں، خطوط، ٹیلیفون اور تاروں کے ذریعہ ہزاروں کی تعداد میں غم میں شریک ہونے والے احباب اس کے علاوہ ہیں۔ بہرحال ایسے سب احباب کی خدمت میں احساسِ ممنونیت اور جذبۂ شکر و سپاس کے ساتھ یہ درخواست ہے کہ وہ اپنے دعاہائے خیر و برکت میں مرحومہ کو یاد کر لیا کریں کہ قائدِ شریعت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ اور مرحومہ کے فرزندِ دلبند قائدِ جمعیۃ مولانا سمیع الحق و دیگر برادران کی قلبی تسلی مرحومہ کی روحانی تسلی ہیں ہے کہ باری تعالیٰ اس پیکرِ عفت و حیا کو اپنی جوارِ رحمت میں جگہ دے اور کروڑوں کروڑوں رحمتوں سے نوازے۔ آمین ——— (عبدالقیوم حقانی)

افادات شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ
ضبط و ترتیب ۔ مولانا عبدالقیوم حقانی

صحبتے با اہلِ حق !

مجاہدین کے چہروں کو دیکھنا بھی عبادت ہے

۱۰ر جنوری ۸۸ء حسب معمول مجلس شیخ الحدیث مدظلہ میں بعد العصر حاضری کا موقع ملا۔ دور دراز سے علماء آئے ہوئے تھے۔ افغان مجاہدین کی ایک جماعت بھی حاضر خدمت تھی۔ کالج کے چند نوجوان طلبا افغان مسائل پر حضرت اقدس سے استفسار کر رہے تھے۔ اسی دوران آپ نے ارشاد فرمایا۔ کل افغان مجاہدین کی ایک جماعت آئی تھی۔ غازیوں اور مجاہدوں کی جماعت تھی تو ان کے چہروں کو دیکھنا بھی عبادت سمجھتا ہوں۔ مختلف محاذوں پر ان کا دشمن سے مقابلہ ہوا تھا۔ بعض رفقاء کے ہاتھ کٹ چکے تھے۔ ایک دو نوجوانوں کے پاؤں کاٹ دیئے گئے تھے۔ بعض ابھی ہسپتالوں سے فارغ ہوئے تھے۔ ان سب مصائب اور ہجرت اور مسافرت اس پر مستزاد۔ مگر ان کے چہرے نورانی تھے۔ انوارات اور بشاشت چھائی ہوئی تھی۔ ہیبت اور رعب اور دبدبہ معلوم ہوتا تھا۔ میں تو حیران رہ گیا بہر حال اس میں ریب اور شک کی گنجائش نہیں۔ یہ اس وقت عظیم جہاد ہے اس کے جہاد ہونے میں امت کا اجماع ہے یہ مجاہدین کی قربانیاں ہیں جس قدر قربانیاں زیادہ ہوں گی وہ موجب نجات ہیں۔

ایک اہم دعا جو حضور اقدس ؐ نے حضرت ابوبکر صدیق ؓ کو تعلیم فرمائی

ابھی یہ بات ہو رہی تھی مغرب کا وقت قریب تھا کہ باجوڑ ایجنسی کے مشہور عالم مولانا مسیح اللہ خان صاحب حاضر خدمت ہوئے اپنا تعارف کرایا اور اپنی ایک تالیف کے عنوان اور سرخیاں سنائیں اور اس پر تقریظ لکھنے کی درخواست پیش کی۔

حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے ارشاد فرمایا۔ حضرت! یہ آپ کا حسن ظن ہے میرا نام شاید آپ کو بھی کسی نے بہتر بتایا ہو مگر میرے اندر تو کوئی خوبی ہی نہیں۔ عیوب ہی عیوب ہیں آپ کا حسن ظن ہے۔ انہوں نے درخواست کی حضرت! ادھر نماز کا وقت قریب ہو گیا ہے میں آپ کا وقت ضائع کرنا بھی نہیں چاہتا۔ مجھے اپنے تلمذ میں لے لو اسے اپنے لئے آخرت کا توشہ سمجھتا ہوں۔ کوئی آیت یا حدیث مجھے پڑھا دو کہ نسبت کا شرف حاصل ہو۔

حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے ارشاد فرمایا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رض کو خصوصیت کے ساتھ جو دعا پڑھنے کی تاکید فرمائی تھی وہی پڑھ کر سنائے دیتا ہوں۔ خدا تعالیٰ ہمیں صحیح معنوں میں آداب کی توفیق بھی مرحمت فرمائے۔ وہ دعا یہ ہے :-

رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ظُلْمًا كَثِيْرًا وَلَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ
فَاغْفِرْلِیْ مَغْفِرَةً مِّنْ عِنْدِكَ وَارْحَمْنِیْ اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ

اسلام میں "سلام" کی اہمیت ارشاد فرمایا۔ اسلام کی عجب شان ہے۔ ہر سنت اور طریقہ کتنا جامع اور بے مثال ہے۔ نام بھی مسلمان مذہب بھی اسلام، مسلم، یعنی امن صلح اور سلامتی سے ماخوذ اور پہلی ہی ملاقات میں سلام اور سلامتی کی تلقین۔ باپ ہو، بیٹا ہو، استاد ہو، شاگرد ہو۔ حاکم ہو یا رعیت ہو۔ گھر میں بیوی ہو سب کو السلام علیکم کہا کرو۔ گھر میں سلام کہنا متروک ہو چکا ہے۔ حالانکہ یہ بھی سنت ہے۔ گھر میں برکت ہوگی۔ ہمارے کچھ پٹھان بھائی گھر میں سلام کہنے میں عار محسوس کرتے ہیں۔ عوام تو دین سے کورے ہو گئے ہیں۔ حضور ﷺ کی سنت میں عار، مسلمان کی شان کے زیبا نہیں۔

اللہ کے حقوق کی طرح بندوں کے حقوق کی ادائیگی بھی لازمی ہے حضرت شیخ الحدیث مدظلہ نے ارشاد فرمایا۔ بندوں کے بھی ایک دوسرے پر حقوق ہیں۔ اور اللہ کے بندوں سے ہمدردی کرنا لازمی ہے۔ مگر آج ان حقوق سے بے پرواہی برتی جارہی ہے۔ دنیا ایک جہنم کدہ بنی ہوئی ہے۔ ہر طرف زیادتی، ظلم و تعدی، حق تلفی اور لوٹ کھسوٹ کا بازار گرم ہے۔ قومی جنگ، صوبائی جنگ۔ انفرادی اور اجتماعی جنگ، ہر طرف لڑائی ہی لڑائی ہے۔ امن و سکون کی مقدار بہت کم رہ گئی ہے۔ گویا آج کا انسان اس سے آگاہ ہی نہیں کہ ایک انسان کا دوسرے انسان پر کیا حق ہے؟ اور اگر ہے تو شاید اسے شریعت کا جز ہی نہیں سمجھتے۔ حالاں کہ حقوق اللہ کی طرح بندوں کے حقوق کی ادائیگی بھی ایمان کا لازمی جزو ہے۔

اللہ تعالیٰ تکبر کو پسند نہیں فرماتے ارشاد فرمایا۔ اللہ تعالیٰ تکبر کو پسند نہیں فرماتے۔ فرماتے ہیں الکبریاء ردائی۔ بڑائی اور تکبر میری چادر ہے۔ جو اسے مجھ سے چھیننا چاہتے ہیں۔ اوندھے منہ اسے جہنم میں جھونک دوں گا۔ تو اللہ تعالیٰ ہمیں غرور اور تکبر سے محفوظ رکھے۔ کبھی تکبر نہیں کرنا چاہئے۔ شیطان نے غرور میں آکر کہا کہ یا اللہ! مجھے قیامت تک زندہ رکھ۔ خدا کی ذات غنی ہے وہ دشمن کی بھی دعا قبول کرتا ہے۔ کافر کی بھی۔ فاسق کی بھی قبول کرتا ہے۔ شیطان نے مہلت مانگی۔ الی یوم یبعثون۔ بعثت کے دن تک۔ تو خدا نے کہا کہ اس وقت تک مہلت نہیں۔ البتہ قیامت سے پہلے تک تجھے زندہ رکھوں گا۔ تو اب خدا کے سامنے اکڑ کر کہنے لگا کہ یا اللہ! یہ بنی آدم جو بھی ہیں ان میں سے کوئی بھی مجھ سے جنت میں نہ جانے پائے گا۔ میں ان کو ہر طرف سے گمراہ کروں گا۔ اب شیطان کی ساری زندگی بغاوت اور سرکشی میں گذر رہی ہے۔

غرور اور تکبر کے ساتھ علم اور عبادت بھی نافع نہیں رہتی ارشاد فرمایا۔ میرے محترم بزرگو! ہمیں شیطان ابلیس کی طرح علم ہو، دولت ہو، کسی چیز پر مغرور نہ ہونا چاہئے۔ حکومت پر مغرور نہیں ہونا چاہئے۔ دولت قارون کے پاس تھی۔ فخسفنا به وبداره الارض دولت سمیت خدا نے اسے زمین میں غرق کر دیا۔ حکومت فرعون کو ملی تھی نمرود کو ملی تھی۔ شداد کو ملی تھی جس نے دنیا میں جنت بنا رکھی تھی۔ لیکن اس کا انجام کیا ہوا؟ نہ حکومت کام آئے گی نہ دولت

نہ محض علم اور عبادت جس میں غرور اور عجب آجائے جس عبادت میں تکبر آجائے جس علم میں غرور ہو وہ بے کار ہو جاتا ہے۔ نہ دنیا کا فائدہ نہ آخرت کا۔

عظمت صحابہؓ ارشاد فرمایا۔ صحابہ کرام رضی اللہ نے دولت کے خزانے آسمانوں اور زمینوں کے خزانے کھول دئے تھے ان کے ایک ارشاد سے سمندر اور بحر و بر مسخر ہو جاتے تھے جنگلوں کے درندے راستہ چھوڑ دیتے تھے۔ حضرت ابو بکر رضی کے زمانہ میں علاء حضرمی بحرین فتح کرنے گئے۔ راستہ میں سمندر تھا علاء حضرمی نے کہا کہ حضرت موسیٰ اور ان کے ساتھیوں پر اللہ نے فضل کیا تھا کیا ہم پر فضل نہیں ہوگا۔ اللہ کو پکارا یا علیم یا علیم یا عظیم یا علی کہہ کر پکارا۔ تو اللہ کا نام بہت بڑا ہے اللہ تعالیٰ کا نام اخلاص سے لے تو اللہ تعالیٰ امداد فرمادے گا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر مصیبت میں اللہ کو پکارتے آندھی آجاتی تو نماز شروع فرماتے کوئی پریشانی کی بات ہوتی تو نماز پڑھنے لگ جاتے۔

واستعینوا بالصبر والصلوٰۃ نماز شروع فرماتے۔ اللہ ساری محنت آسان اور پریشانی دور فرما دیتے تو حضرت علاء حضرمی نے اللہ کا نام لیا اور گھوڑے کو سمندر میں ڈال دیا اور سمندر پار کر لیا۔ تو سمندر بھی تابع تھا خشکی بھی۔ بحر و بر سب پر صحابہ رضی کی حکومت تھی۔

قتل مسلم کا وبال اور لادین مغربی جمہوریت کی مضرتیں ارشاد فرمایا۔ اسلام کہتا ہے کہ تم نے اگر کسی ایک مسلمان کو بھی قتل کر دیا تو گویا ساری مسجدیں تم نے ڈھادیں۔ حرمین شریفین کو تم نے گرادیا۔ آسمانوں زمینوں اور عرش و کرسی کو گویا تم نے مسمار کر دیا۔ اور کائنات کو ایٹم بم سے اڑا دیا۔ اتنا گناہ جو کرے گا اس سے قتل کا گناہ بڑھ کر ہے۔ میں عرض کردوں یہ آزادی رائے۔ آزادی لائے آزادی رائے کے نعرے کس مقصد کے لئے لگائے جاتے ہیں۔ کونسی آزادی رائے کہ جو برا بھلا دل میں آئے اسے بکتا رہے اور اظہار حق اگر مطلوب ہے تو اسلام میں اس کی کمی ہے۔ امیرالمومنین حضرت عمر رضی لوگوں کے سامنے کھڑے ہیں۔ خطاب فرماتے ہیں کہ:۔

"لوگو! میری طاقت میری حکومت تمہیں معلوم ہے۔ کہا۔ ہاں، معلوم ہے۔ فرمایا کہ اگر ایک مصلحت کی بنا پر ایسی بات کہہ دوں جو دین کے خلاف ہو۔ مگر مصلحت وقت کا تقاضا ہو تو تم میری ایسی بات مان لوگے۔"

تو ایک اعرابی دیہاتی کھڑا ہوا تلوار سے لٹکا رکھ کہا کہ اے عمر! ایسے وقت ہم تجھے تلوار سے سیدھا کر دیں گے۔ ہماری تلوار ہوگی اور آپ کی گردن۔ یہ تھی آزادی رائے۔ آج آزادی کا مطلب ہے مادر پدر آزاد ہونا۔ یہ جمہوریت جمہوریت! خدا معلوم کیا کیا لعنتیں انگریز نے ہمارے لئے چھوڑی ہیں جس میں نہ خدا کی، اطاعت نہ رسول کی عظمت۔ عوام کا ہڑبونگ جو فیصلے دے ایسی جمہوریت کا اسلام روادار نہیں۔ تو آج ہم وعدہ کرتے ہیں کہ ہم نہ ایسی جمہوریت، نہ شخصیت نہ سوشلزم اور نہ سیکولرازم چاہتے ہیں ہم نے یوم میثاق جو وعدہ کیا ہے اور پیدا ہوتے وقت اور مرتے وقت وہی اعلان ہے ہمارا کہ علی ملۃ رسول اللہ، ملت ابراہیمی پر قائم رہنا چاہتے ہیں ہم اس کی پیروی کریں گے۔

مولانا شہاب الدین ندوی

شریعت بل — ضرورت اور نفاذ کیوں؟

نظام شریعت کی برتری اور معقولیت کے دلائل

قانون صرف خدا ہی کا کیوں! اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سارے جہاں کا خالق و پروردگار ہے، اسی نے دنیا کی تمام چیزوں اور تمام انسانوں کو پیدا کیا ہے اور یہ دُنیا عارضی و فانی ہے، جس کے بعد ایک فیصلے کا دن آئے گا اور تمام مرے ہوئے انسانوں کو پھر دوبارہ زندہ کر کے اُن سے حساب کتاب لیا جائے گا کہ کن کن لوگوں نے دنیا میں ہماری باتوں کو مانا اور ہمارے قانون پر عمل کیا؟

اس اعتبار سے اللہ تعالیٰ نے جس طرح تمام انسانوں کو پیدا کیا ہے، اسی طرح اُس نے انسان کے لئے ایک قانون اور ضابطہ بھی تیار کر کے اپنے رسولوں کے ذریعہ بھیجا ہے اور اُسی خدائی قانون اور ضابطے کا نام "دین و شریعت" ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو پیدا کر کے آزاد نہیں چھوڑ دیا ہے، بلکہ انہیں ایک ضابطے اور قانون کا پابند بنانا چاہا ہے اور یہ بات عقلی اعتبار سے بھی قابلِ فہم ہے کہ جو انسان کا خالق و پروردگار ہے وہی اس کے لئے ایک ضابطۂ حیات بھی مہیا کر سکتا ہے اور خود انسان کا رویّہ بھی یہی ہونا چاہیئے کہ جس ہستی نے اُسے عدم سے وجود بخشا اور دنیا میں اُس کے لئے تمام ضروریاتِ زندگی مہیا کر دیں، اُس کے عوض وہ احسان شناسی اور شکر گزاری کے طور پر اپنے خالق و پروردگار کے حکموں پر چلے اور کسی حال میں اُس کی نافرمانی نہ کرے ظاہر ہے کہ یہ ایک فطری اور معقول مطالبہ ہے جس کی حقیقت قرآن مجید میں اس طرح بیان کی گئی ہے:

اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ تَبَارَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ (اعراف: ۵۴)

ہاں دیکھو پیدا کرنا اور حکم چلانا اُسی کا کام ہے، اللہ بڑی خوبیوں والا ہے جو سارے جہاں کا رب ہے

إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلّٰهِ ط أَمَرَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ ط ذٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ۝

حکم کرنا صرف اللہ ہی کو زیب دیتا ہے۔ اُسی نے حکم دیا ہے کہ تم صرف اسی کی بندگی کرو۔ یہی سیدھا طریقہ ہے، لیکن اکثر لوگ اس بات کو نہیں جانتے (یوسف : ۴۰)

اس آیت میں تین بنیادی حقیقتیں بیان کی گئی ہیں، جو یہ ہیں:

۱۔ حکم صرف خدا کا ہوگا۔ یعنی انسانوں پر صرف اُسی کا قانون لاگو ہوگا، لہٰذا اصل قانون ساز صرف اللہ ہے

۲۔ عبادت و بندگی صرف اللہ کی ہونی چاہیئے، کیونکہ وہی خالق و مالک اور مُربّی ہے۔ عبادت و بندگی کی اصل یہ ہے کہ کسی کی بڑائی کو تسلیم کرکے اس کے سامنے سرِ نیاز جھکا دیا جائے۔ یہ گویا کہ اللہ تعالیٰ کو قانون ساز تسلیم کر لینے کا لازمی نتیجہ ہے۔

۳۔ یہی صحیح دین یا صحیح طریقہ ہے، یعنی دین بس انہی دو باتوں کو مان لینے کا نام ہے اور اسی کا دوسرا نام شریعت ہے۔

احکامِ شریعت کا احاطہ | اسلام کی اصطلاح میں شریعت اُس طریقے کا نام ہے جس کو اللہ نے اپنے بندوں کے لئے مقرر کر دیا ہو اور اس اعتبار سے دین و شریعت تقریباً ہم معنی ہیں۔ مثال کے طور پر احکامِ دین کو احکامِ شریعت بھی کہا جاتا ہے اور یہ احکام تمام معاملاتِ زندگی پر محیط ہیں، جن میں عقائد و عبادات اور معاشرتی و اجتماعی اُمور سبھی آجاتے ہیں اور اس سلسلے میں خالقِ کائنات نے انسانوں کیلئے جو مفصل قوانین یا ضوابطِ حیات تجویز کئے ہیں وہ آج ہمارے سامنے اسلامی شریعت (قرآن اور حدیث کا مجموعہ) کی شکل میں موجود و محفوظ ہیں جو انسانی زندگی کے تمام احوال و کوائف کا احاطہ کرتے ہیں اور اس اعتبار سے اسلام دیگر مذاہب کی طرح محض چند عقائد یا چند بے جان قسم کے رسم و رواج کا مجموعہ نہیں ہے بلکہ وہ ایک زندہ اور متحرک دین ہے جو انسان کو خالق و مخلوق کے صحیح روابط سے آشنا کرتا ہے، اس کو لذتِ عبدیت سے روشناس کراتا ہے اور زندگی کے رموز و اسرار سے پردہ اٹھا کر انسان کو ابدی سعادتوں سے ہمکنار کرتا ہے۔

قوانینِ شریعت ناقابلِ تغیّر کیوں؟ | اب ہم اس سوال کی طرف آتے ہیں کہ خدائی قانون یا اسلامی شریعت ناقابلِ تغیّر کیوں ہے؟ تو اس کا ایک سیدھا سادہ جواب تو یہ ہے کہ وہ چونکہ خدا کا بنایا ہوا قانون ہے اس لئے وہ ناقابلِ تغیّر ہے لیکن اس پر ایک اور سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر خدا کا بنایا ہوا قانون کیوں ناقابلِ تغیّر ہے؟ جبکہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ دُنیا کے تمام قوانین میں برابر ارتقاء ہو رہا ہے اور سب کے سب قانونِ ارتقاء کے مطابق مسلسل ترمیم و اضافے کو قبول کرتے نظر آ رہے ہیں تو آخر اسلامی یا خدائی قانون میں یہ استثناء اور یہ جمود کیوں ہے؟

تو اس کا پہلا تحقیقی جواب یہ ہے کہ اسلامی قانون دیگر قوانین اور دیگر تہذیبوں کی طرح کسی ارتقائی عمل یا انسانی کوششوں کا نتیجہ نہیں ہے کہ جس طرح انسانی تہذیب و تمدن نامیاتی اجسام کی طرح پیدا ہوتے ہیں، پھر جوان ہوتے ہیں اور پھر بوڑھے ہو کر ختم ہو جاتے ہیں جیسا کہ مختلف تہذیبوں کی تاریخ ظاہر کرتی ہے۔ انسانی یا وضعی قوانین چونکہ انسانی کوششوں سے وجود میں آتے ہیں، اس لئے وہ دورِ قدیم سے لے کر اب تک مسلسل تغیر و ارتقاء کے مختلف مراحل سے گزر کر موجودہ حالت تک پہنچ سکتے ہیں اور ان میں آج بھی تغیر اور ارتقاء کا عمل برابر جاری ہے اور ہمیشہ جاری رہیگا مگر اس کے برعکس شریعت کے قوانین یکبارگی اور کامل شکل میں جلوہ افروز ہوتے ہیں اور ان میں روزِ اول سے لے کر آج تک کسی قسم کی تبدیلی یا ارتقاء نہیں ہوا ہے مگر اس کے باوجود آج بھی اسی طرح اپنی جگہ پر نہ صرف کامل و برتر نظر آ رہے ہیں بلکہ وہ ہر دور کیلئے کار آمد اور قابلِ عمل بھی دکھائی دے رہے ہیں۔ یہ اسلامی شریعت کا وہ معجزہ ہے جس پر علمی دُنیا حیرت زدہ ہے۔

اس موقع پر یہ حقیقت بھی پیشِ نظر رہنی چاہیئے کہ جدید وضعی قوانین کے بعض وہ اصول و کلیات جن پر عصرِ جدید کو بڑا ناز ہے مثلاً نظریۂ مساوات، نظریۂ عدل، انسانیت نوازی اور اظہار رائے کی آزادی وغیرہ، تو یہ سب کے سب اصول و مبادی اسلامی شریعت ہی سے ماخوذ ہیں جیسا کہ اگلے مباحث سے بخوبی ثابت ہو جائیگا، بلکہ اسلامی شریعت میں بعض ایسے اچھوتے اصول بھی موجود ہیں، جن تک عصرِ جدید کی اب تک رسائی نہیں ہو سکی ہے۔ اس اعتبار سے اسلامی شریعت کا مزاج اور اس کا نیچر دیگر قوانین اور تہذیبوں سے یکسر مختلف ہے، وہ پہلے ہی دن ایک کامل تر، برتر اور دوامی شکل میں نازل ہوئی ہے جس پر کہنگی کی پرچھائیاں کبھی نہیں پڑ سکتیں اور وہ چودہ سو سال سے اب تک نہ جانے کتنے فلسفوں، نظریوں اور تحریکوں کا نہایت درجہ پامردی کے ساتھ مقابلہ کر چکی ہے، مگر اس کے باوجود وہ اب تک بالکل تازہ دم اور ہشاش بشاش نظر آ رہی ہے۔ یہ اس بات کا ناقابلِ تردید ثبوت ہے کہ وہ من جانب اللہ ہے ورنہ اگر وہ کسی انسان کا بنایا ہوا قانون ہوتا تو کبھی کا فرسودہ اور آؤٹ آف ڈیٹ ہو چکا ہوتا، لہٰذا اسلامی شریعت اپنے اس مخصوص مزاج اور مخصوص ماہیت کی بناء پر کسی بھی قسم کے ردّ و بدل کو قبول نہیں کر سکتی۔

اسلامی شریعت کے ناقابلِ تغیر ہونے کا دوسرا تحقیقی جواب یہ ہے کہ تخلیق (CREATION) اور تشریع (LEGISLATION) دونوں خدائی عمل ہیں۔ لہٰذا جس طرح دنیائے فطرت (NATURE) میں جاری شدہ قوانینِ فطرت (LAWS OF NATURE) ناقابلِ تغیر ہیں، اسی طرح قوانینِ شریعت بھی ناقابلِ تبدیل ہیں، کیونکہ جس ہستی نے عالمِ طبیعی کا ضابطہ جاری کیا ہے، اسی نے

قوانینِ شریعت بھی وضع کئے ہیں۔

ایک اشکال اور اُس کا جواب اس موقع پر ایک اشکال یہ پیدا ہو سکتا ہے کہ سابق انبیائے کرام کے شرائع چونکہ مختلف رہے ہیں لہٰذا مذکورہ بالا توجیہہ کے اعتبار سے "شریعتِ الٰہیہ" میں وحدت کہاں رہی تو اس کا جواب یہ ہے کہ خدائی شریعت تو یوم ازل ہی میں اللہ کے علم ازلی کے مطابق کامل تھی۔ پھر وہ اُسی کامل شکل میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی اور پھر وہ اُسی کامل شکل میں آج ہمارے سامنے موجود و محفوظ ہے، لہٰذا اس اعتبار سے شریعت الٰہی میں ازل سے ابد تک نہ کسی قسم کا تغیر ہوا ہے اور نہ ہو سکتا ہے۔ اب رہا معاملہ سابق انبیاء علیہم السلام کا، تو ان سب کا دین اساسی اُمور میں مشترک تھا، مگر انہیں چند ایسے احکام بھی دیئے گئے تھے جو اگرچہ باہم کچھ مختلف تھے مگر اُصولی حیثیت سے یہ اختلاف کچھ زیادہ نہیں تھا۔

اور دوسری بات یہ کہ یہ کوئی ضروری نہیں تھا کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر نبی آخر زماں تک ہر دور والوں کو ایک "مکمل شریعت" کا پابند بنا دیا جاتا، بلکہ حسبِ ضرورت اس مکمل شریعت ہی کے بعض حصے کسی ایک دور میں دیئے گئے تو کچھ حصے دوسرے دور میں بھیجے گئے، اس طور پر کہ نشانہ وہی مکمل شریعت ہی کا تھا جو دورِ محمدی میں پورا ہوا۔ اس حقیقت کا اظہار حسبِ ذیل آیت کریمہ میں کیا گیا ہے۔

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ	آج میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو مکمل کر دیا ہے
عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ	اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے
دِيْنًا (مائدہ : ۳)	اسلام کو بطور ایک دین کے پسند کر لیا ہے۔

ظاہر ہے کہ شریعت الٰہیہ کی یہ تدریج محض نزولی اعتبار سے ہے نہ کہ ارتقائی عمل کا نتیجہ! کیونکہ انبیائے کرام کو جو بھی ملا، وہ یکبارگی ملا، جس میں کسی کے غور و فکر یا ارتقاء کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ یہ واقعہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کے علم ازلی اور اُس کے استحکام کا ایک حیرت انگیز مظاہرہ ہے۔

غرض اس اعتبار سے خدائی قانون اور انسانی قانون کا فرق بالکل نمایاں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی قانون میں تبدیلی کی اب تک کوئی ضرورت پیش نہیں آئی۔ اس سے خدائی علم و حکمت کا استحکام ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اپنے علم ازلی کے مطابق انسان کو ایک ناقابلِ تبدیل ضابطۂ حیات ضرور عطا کر سکتا ہے اور اس میدان میں چونکہ تمام انسانی قوانین نوعِ انسانی کو ایک "مکمل" بے عیب اور ناقابلِ تغیر ضابطہ حیات فراہم کرنے میں عاجز و ناکام ہو چکے ہیں، لہٰذا ثابت ہوتا ہے کہ اس کائنات میں ایک ہمہ دان (سب کچھ جاننے والا) اور لازوال ہستی کا وجود پایا جاتا ہے۔

خدائی قانون کا معجزہ اس سلسلے کا تیسرا تحقیقی جواب یہ ہے کہ تاریخی اعتبار سے دیکھا جائے تو ہمیں

اسلام کے اس دعوے کا ثبوت بھی مل جاتا ہے۔ چنانچہ اہل اسلام کے تیرہ سو سالہ دورِ حکومت میں انہیں اپنے معاشرتی و اجتماعی معاملات میں کسی دوسرے دین و مذہب یا دوسری قوموں کے قوانین مستعار لینے کی ضرورت پیش نہیں آئی، بلکہ فقہائے کرام نے اسلامی شریعت کی روشنی میں اور اُس کے بنیادی اُصولوں کو پیش نظر رکھ کر وہ تمام تفصیلی احکام و قوانین وضع کر لئے جن کی اسلامی ریاست اور اسلامی معاشرے کو ضرورت پیش آئی۔ اس اعتبار سے اسلام اپنے تفصیلی احکام و مسائل کی تدوین کے لئے کسی دوسرے قانون کا رہینِ منّت نہیں ہے۔ لہٰذا اسلامی قوانین کو دیگر ادیان و مذاہب اور انسانی قوانین پر قیاس نہیں کیا جا سکتا کہ جس طرح عیسائی مذہب کی عدم کفایت کی بناء پر عیسائی ریاستوں کو اپنے معاشرتی، اجتماعی اور تمدّنی معاملات میں رومی قانون (ROMAN LAW) وغیرہ سے استفادہ کرنا پڑا تھا۔

ان تمام اعتبارات سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلامی شریعت اپنی جگہ کامل اور اعلاتر ہے، جو لازوال بنیادوں پر قائم ہے اور یہ تمام خصوصیات ظاہر کرتی ہیں کہ ان قوانین کو پیش کرنے والا بجائے خود اپنی جگہ پر کامل، اعلاتر اور لازوال ہے۔ جس کے علم میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہو رہی ہے بلکہ اُس کے علم میں "ٹھہراؤ" بھی ہے اور ماضی، حال اور مستقبل کے احوال و کوائف کا احاطہ بھی۔ اس برتر قانون کی موجودگی کا یہ ایک منطقی نتیجہ ہے، جو عقلِ انسانی کو مبہوت اور حیرت زدہ کر دینے کے لئے کافی ہے۔

خلاصہ یہ کہ انسانی قانون اور خدائی قانون میں بنیادی اور جوہری فرق ہے۔ یہ دونوں یکساں ہرگز نہیں ہو سکتے اور ان میں سے کسی ایک کو دوسرے پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ اسلامی قانون خلاقِ ازل کا بنایا ہوا قانون ہے جو معقول اور فطری اُصولوں پر مبنی ہے اور اس میں اعتدال اور توازن رکھا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انسان کے بنائے ہوئے جدید قوانین ہمیشہ اسلامی شریعت سے شعوری یا غیر شعوری طور پر اخذ و استفادہ کرنے پر مجبور نظر آتے ہیں۔ چنانچہ اس سلسلے میں مصر کے مشہور ماہر قانون اور جج علامہ عبدالقادر عودہ شہید نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب " اسلام کا قانونِ فوجداری[1] " کے شروع میں جو عمدہ اور معرکۃ الآرا بحث کی ہے، اُس کا خلاصہ اس موقع پر پیش کیا جاتا ہے، جس سے مذکورۂ بالا تمام حقائق کا بڑے دل نشین طور پر اثبات ہوتا ہے اور اسلامی شریعت کی برتری اور اُس کی حیرت انگیز خصوصیات بالکل بے نقاب ہو کر ہمارے سامنے آجاتی ہیں۔

اعتراض کرنے والوں کی دو قسمیں علامہ عبدالقادر عودہ تحریر کرتے ہیں کہ عصرِ حاضر میں شریعت اسلامیہ پر عدم صلاحیّت کا الزام لگانے والوں کی دو قسمیں ہیں: ایک وہ لوگ

[1] التشریع الجنائی الاسلامی، مطبوعہ بیروت، ۱۴۰۵ھ پانچواں ایڈیشن

جنہوں نے نہ تو شریعت کا مطالعہ کیا ہے اور نہ قانون کا۔ اور دوسرا فریق وہ ہے جس نے صرف قانون کی تحصیل کی ہے، شریعت کا علم حاصل نہیں کیا۔ لہٰذا یہ دونوں فریق اسلامی شریعت پر حکم لگانے کے اہل نہیں ہیں کیونکہ وہ قانونِ شریعت سے بالکل ناواقف ہیں۔

کیا شریعت فرسودہ ہو چکی ہے؟ اور ان لوگوں کا نظریہ یہ ہے کہ چونکہ جدید وضعی قوانین کی بنیاد ان فلسفیانہ، اجتماعی اور انسانی نظریات واعتبارات کی بنیاد پر ہے جو اٹھارہ ویں صدی کے اواخر اور انیسویں صدی کے آغاز میں قائم کئے گئے تھے اور چونکہ اس سے ماقبل کے قوانین ان فلسفیانہ بنیادوں سے خالی ہیں، لہٰذا وہ سب آؤٹ آف ڈیٹ ہو چکے ہیں اور یہ لوگ اسلامی شریعت کو بھی اسی نظریہ پر قیاس کرتے ہوئے اس پر عدم صلاحیت کا الزام لگاتے ہیں اور یہ غلطی اس لئے ہے کہ انہوں نے انسان کے وضع کردہ قوانین اور اسلامی شریعت دونوں کو برابر برابر سمجھ لیا ہے جبکہ ان دونوں کے درمیان زمین وآسمان کا فرق ہے۔

اور دوسری بات یہ ہے کہ انسانی قانون کی ابتداء مختلف قبیلوں اور معاشروں کی ضروریات کے تحت ہوئی ہے، جس میں کوئی یکسانیت اور باضابطگی موجود نہیں تھی، یہاں تک کہ اٹھارویں صدی کے اواخر میں ارتقائی طور پر اُس کو علمی، فلسفیانہ اور اجتماعی (سوشل) بنیادیں حاصل ہوئیں، جن کا سابقہ ادوار میں کوئی تصوّر نہیں پایا جاتا تھا۔ ان جدید نظریات کی بنیاد عدل، مساوات، رحمدلی اور انسانیت ہے ان نظریات کی اشاعت کے باعث دنیا کے بہت سے ممالک کے قوانین میں وحدتِ عمل میں آئی ہے، اگرچہ ہر ملک کا قانون تفصیلی دفعات میں دوسرے سے مختلف ہے مگر اس کے برعکس اسلامی شریعت کا معاملہ بالکل الگ ہے۔ چنانچہ وہ تدریجی ارتقاء کے طور پر نہیں بلکہ یکبارگی مکمل شکل میں نمودار ہوئی ہے ، . . . اور اسی طرح وہ مختلف جماعتوں اور مختلف اقوام کے لئے الگ الگ طور پر نہیں بلکہ سب کے لئے . . . یکساں طور پر اس طرح نازل ہوئی ہے کہ اُس میں کوئی نقص یا عیب موجود نہیں ہے جیسا کہ ارشادِ باری ہے :-

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا	آج میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو بحیثیت ایک دین کے پسند کر لیا ہے (مائدہ : ۳)
لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ	اللہ کی باتوں میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی (یونس : ۶۴)

اور اسلامی شریعت کی کاملیت کا ثبوت یہ ہے کہ وہ اپنے پہلے ہی دن ان تمام جدید نظریات کے ساتھ وارد ہوئی ہے جن تک انسانی قانون کی رسائی عصرِ حاضر میں ہوسکی ہے بلکہ اس باب میں شریعت نے جدید قانون کی بہ نسبت کچھ زیادہ ہی پیش کیا ہے اور اس اعتبار سے انسانی قانون کا منتہائے کمال شریعت کا نقطہ آغاز ہے۔

شریعت اور قانون کا بنیادی فرق

غرض اسلامی شریعت اور انسانی قانون کے درمیان کوئی مماثلت نہیں ہے بلکہ شریعت اپنے مزاج کے اعتبار سے انسانی قانون سے یکسر مختلف ہے اور یہ اختلاف اساسی طور پر تین طرح کا ہے:۔

۱۔ اول یہ کہ قانون انسان کا وضع کردہ ہے جب کہ شریعت من جانب اللہ ہے۔ لہذا ان دونوں میں اپنے اپنے صانع کی صفات نمایاں نظر آتی ہیں۔ یعنی قانون چونکہ انسان کا بنایا ہوا ہے، اس لئے اس میں نقص، کمزوری اور تدبیر کی کمی نمایاں دکھائی دیتی ہے اور اسی بناء پر اس میں تبدیلی اور ارتقا ہوتا رہتا ہے۔ اس کے برعکس شریعت کو بنانے اور ڈھالنے والا چونکہ اللہ تعالیٰ ہے، لہذا اس میں خالقِ عالم کی قدرت و عظمت اور اس کا کمال نیز آئندہ پیش آنے والے امور کا احاطہ بھی نظر آتا ہے کیونکہ اس کا علم ہر چیز اور ہر زمانے کو محیط ہوتا ہے لہذا اس میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں ہوسکتی، جیسا کہ ارشاد باری ہے:

لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ (یونس:۶۴) اللہ کی باتوں میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔

۲۔ دوم یہ کہ قانون کا مطلب ہے چند عارضی قواعد جن کو سوسائٹی (انسانی معاشرہ) اپنے احوال کو درست کرنے کے لئے وضع کرتی ہے۔ لہذا ایسے قواعد زمانۂ حال کے لئے تو کام دے سکتے ہیں مگر زمانۂ مستقبل کیلئے ناکارہ ہوسکتے ہیں، جب کہ سوسائٹی کے حالات بدل جائیں، مگر اس کے برعکس شریعت کے قواعد کو اللہ تعالیٰ نے اس طرح بنایا ہے کہ وہ ہمیشہ کے لئے تنظیم جماعت کا باعث بن سکیں اور ان میں کسی قسم کی تبدیلی نہ ہونے پائے۔ چنانچہ چودہ سو سال گزر چکنے کے باوجود اسلامی شریعت میں اب تک کسی قسم کا ردّ و بدل نہیں ہوسکا ہے جب کہ دوسری طرف علوم و افکار کی دُنیا ہی بدل گئی ہے (اور اس قسم کے دائمی قواعد سے قرآن و حدیث بھرے ہوئے ہیں، جن کا تذکرہ اس موقع پر طوالت کا باعث ہوگا۔ ان مثالوں کے لئے اصل کتاب کی طرح رجوع کیا جائے۔)

۳۔ سوم یہ کہ وہ جماعت یا سوسائٹی ہی ہوتی ہے جو قانون کو وضع کرتی ہے اور پھر اس میں اپنی قومی عادات اور قومی روایات کے ذریعہ اس قانون میں رنگ بھرتی ہے۔ اس طرح قانون کی اصل یہ ہے کہ وہ جماعت کے احوال کو منظم کرنے کی غرض سے بنایا جاتا ہے اور اس اعتبار سے قانون جماعت کی ایجاد

ہے مگر جماعت قانون کی ایجاد نہیں۔ لیکن پہلی جنگ عظیم کے بعد صورتِ حال بدل گئی ہے، جب کہ وہ حکومتیں جو نئی تحریکات اور نئے نظاموں کی علمبردار ہیں، وہ اپنے ملکوں میں بسنے والے مختلف قوموں اور قبیلوں کو متعین رخوں پر لے جانے کے لئے قانون کا استعمال اس طرح کر رہی ہیں گویا کہ اس کے ذریعہ متعین اغراض کا نفاذ عمل میں آسکے۔ یہ طریقہ سب سے پہلے اشتراکی رُوس اور مصطفےٰ کمال کے ترکی نے اختیار کیا، پھر فاشی اٹلی اور نازی جرمنی نے بھی یہی روش اپنائی، پھر اس کے بعد باقی ملکوں نے بھی اسی کی پیروی کی۔ اس اعتبار سے آج قانون کا مقصد سوسائٹی کی تنظیم اور اُس کی ایسی رہنمائی ہے جس کو سوسائٹی کے اربابِ حل وعقد اس کی بھلائی کے لئے مناسب سمجھیں [1]

اس کے برعکس جیسا کہ ہمیں معلوم ہے، اسلامی شریعت کسی سوسائٹی یا جماعت کی ایجاد نہیں ہے اور نہ وہ کسی جماعت کے ارتقاء اور اس کے باہمی تعامل کا نتیجہ ہے بلکہ وہ ایک خدائی فعل ہے جس نے ہر چیز کو استحکام بخشا ہے۔ اس کے علاوہ اسلامی شریعت کا مقصد وضعی قانون کی طرح محض جماعت سازی نہیں، بلکہ ایک صالح و پاکیزہ جماعت پیدا کرنا اور ایک مثالی حکومت قائم کرنا ہے۔ اسی بناء پر شرعی احکام اپنے نزول کے وقت اُس دور کے معیار سے بہت اونچے نظر آ رہے تھے اور آج بھی اُن کے بلند معیار کا یہی حال ہے۔ چنانچہ اسلامی شریعت میں ایسے اصول و نظریات موجود ہیں جن سے آگاہی غیر اسلامی دنیا کو صدیوں بعد ہو سکی ہے اور بعض ایسے اُصول بھی ہیں جن تک رسائی اب تک سرے سے حاصل ہی نہیں ہو سکی ہے۔

جدید قانون شریعت سے پیچھے اس موقع پر یہ حقیقت بھی ملحوظ رہے کہ دورِ حاضر میں وضعی قانون اپنی اصل سے ہٹ کر سوسائٹی کی رہنمائی کرنے لگا ہے اور یہ ایک جدید اُصول ہے جو اسلامی شریعت سے ماخوذ ہے، جس کا اصول یہ ہے کہ جماعت بنائی جائے اور اُس کی رہنمائی اور تنظیم کی جائے۔ اس طرح وضعی قانون

---

[1] مطلب یہ کہ آج مختلف ممالک میں وہاں کے سیاسی قائدین اپنے اپنے مخصوص اغراض و مقاصد یا چند خاص خاص تحریکوں کے زیرِ اثر قانون کے ذریعہ مختلف قبیلوں اور قوموں کے درمیان سیاسی وحدت پیدا کرنے کے خواہشمند نظر آتے ہیں، جس طرح کہ ہمارے ملک میں "قومی یکسانیت" کے نام پر یکساں قسم کے قوانین بنانے اور انہیں بزورِ قوت نافذ کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے، مختلف اقوام کے درمیان یکساں سول کوڈ نافذ کر کے ایک مصنوعی یکسانیت پیدا کرنے کا نعرہ بھی اسی قسم کی کوششوں کا نتیجہ ہے، اور اس کا مقصد یہ ہے کہ مختلف قسم کی قومی یا اقلیتی "شناختوں" کو مٹا کر انہیں ایک وسیع تر "قومی دھارے" میں شامل کیا جا سکے۔ اسی وجہ سے مختلف قوموں کے پرسنل لا کو مٹانے کی کوشش کی جا رہی ہے تاکہ ان کا رشتہ اپنی قوم و ملت اور اپنے مذہب سے پوری طرح کٹ جائے۔ (شہاب)

آج اس نقطہ تک پہنچ سکا ہے جس تک شریعت چودہ سو سال پہلے ہی پہنچ چکی ہے۔ اس لحاظ سے وضعی قانون کے ماہرین جب یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے ایک نیا نظریہ دریافت کرلیا ہے تو ہم کہیں گے کہ ہرگز نہیں بلکہ تم نے شریعت کا طریقہ اختیار کیا ہے اور اُس کے پیچھے پیچھے چل رہے ہو۔

اسلامی شریعت کے امتیازی خصائص اوپر اسلامی شریعت اور وضعی قوانین کے درمیان جو اختلافات دکھائے گئے ہیں، ان کے ملاحظہ سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ اسلامی شریعت حسب ذیل تین خصوصیات کی بناء پر وضعی قوانین سے ممتاز نظر آتی ہے :

پہلی خصوصیت یہ کہ اسلامی شریعت وضعی (انسانی) قوانین کی بہ نسبت درجۂ کمال کو پہنچی ہوئی ہے اور اُس کے اُصول وکلیات سوسائٹی کی تمام ضروریات کے لئے کافی ہیں، حال اور مستقبل دونوں زمانوں کے لحاظ سے۔

دوسری خصوصیت یہ ہے کہ اسلامی شریعت وضعی قوانین کی بہ نسبت اعلیٰ وارفع ہوتی ہے، یعنی اُس کے اصول وضوابط ہمیشہ سوسائٹی اور جماعت کے معیار سے اونچے ہوتے ہیں، خواہ انسانی سوسائٹی کا معیار کتنا ہی اونچا کیوں نہ ہو۔

تیسری خصوصیت یہ کہ اسلامی شریعت وضعی قوانین سے ہمیشگی اور دوام کے اعتبار سے ممتاز ہوتی ہے، یعنی اُس کے نصوص (واضح احکام وتصریحات) بغیر کسی تغیّر یا تبدیلی کے ہمیشہ کارآمد اور قابلِ عمل رہتے ہیں، خواہ اُن پر کتنی ہی مُدّت اور کتنی ہی صدیاں کیوں نہ گزر جائیں۔ بالفاظ دیگر وہ کبھی ازکاررفتہ یا آؤٹ آف ڈیٹ نہیں ہوسکتے۔

اسلامی شریعت کی یہ وہ جوہری خصوصیات ہیں جو اس کے خدائی عمل ہونے کا نتیجہ ہے۔

شریعت کے ممتاز ہونیکے دلائل اسلامی شریعت اپنی کاملیّت، برتری اور ہدایت کے اعتبار سے دیگر قوانین سے ممتاز ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اسلامی شریعت نے اس سلسلے میں جن اصولوں کو اپنے پہلے ہی دن پیش کردیا تھا، اُن سے انسانی قوانین موجودہ دور ہی میں آگاہی حاصل کرسکے ہیں، جب کہ یہ خصوصیات اسلامی شریعت کے ہر نظریہ اور ہر قانونی دفعہ میں موجود ہیں، چنانچہ اس موقع پر اسلامی شریعت کے بعض اُصول ونظریات کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

۱۔ نظریۂ مساوات اسلامی شریعت نے اپنے نزول کے پہلے ہی دن یہ اعلان کردیا تھا کہ تمام انسان مساوی اور برابر برابر ہیں، جیسا کہ ارشادِ باری ہے :

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ — اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت

ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ ؕ (حجرات : ۱۳)

سے پیدا کیا ہے اور تمہیں مختلف قوموں اور قبیلوں میں بانٹ دیا ہے تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ لیکن اللہ کے نزدیک تم میں سب سے معزز وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ خدا کو ماننے والا ہے۔

اسی طرح ایک حدیث میں آتا ہے کہ " تمام لوگ برابر ہیں، جس طرح کہ ایک کنگھے کے دانت ہوتے ہیں۔ ایک عربی کو ایک عجمی پر سوائے تقویٰ کے اور کوئی فضیلت نہیں ہے "

اسلامی شریعت کا یہ وہ نظریۂ مساوات ہے جو چودہ سو سال پہلے پیش کیا گیا تھا، مگر وضعی قانون اس اصول سے صرف ایک صدی پہلے ہی واقف ہو سکا ہے لیکن ظاہر ہے کہ وضعی قانون نے نظریۂ مساوات کو اپنا کر کوئی نیا قانون نہیں پیش کیا بلکہ قانونِ شریعت ہی کی اتباع کی ہے۔

۲ مرد اور عورت کی برابری کا نظریہ

یہ نظریہ اوپر مذکور مساواتِ عامّہ ہی کی ایک شاخ ہے، مگر اس کی خصوصی اہمیت کی بناء پر اس کو الگ سے پیش کیا جا رہا ہے اور اس لئے بھی کہ یہ نظریہ شریعت کی انصاف پسندی اور اس کی بلند نگاہی کی واضح دلیل ہونے کے علاوہ حقوق و فرائض کی تقسیم میں اس کی حکمتِ عملی کو بھی ظاہر کرتا ہے۔ چنانچہ اسلامی شریعت میں یہ عمومی قاعدہ ہے کہ حقوق و واجبات کے باب میں عورت مرد کے مساوی ہے، یعنی عورت کو بھی اُسی قسم کے حقوق حاصل ہیں جس طرح کہ مرد کو حاصل ہیں اور اُس کے ذمہ بھی ویسے ہی فرائض ہیں جس قسم کے مرد پر عائد ہوتے ہیں۔ جیسا کہ ارشادِ باری ہے:

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِىْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ (بقرہ : ۲۲۸)

عورتوں کے لئے بھی معروف طریقے سے وہی حقوق ہیں، جیسے خود اُن پر عائد ہوتے ہیں۔

لیکن مرد اور عورت کے درمیان مساوات کے اس عام قاعدے کے باوجود شریعت نے مرد کو عورت پر ایک درجہ فضیلت دی ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے:

وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ (بقرہ: ۲۲۸)

اور مردوں کو عورتوں پر ایک درجہ فضیلت ہے۔

اور خود قرآن نے اس خصوصیت کی وجہ بھی بتا دی ہے، جس کی بناء پر مردوں کو یہ فضیلت دی گئی ہے:

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ۔ (نساء : ۳۴)

مرد عورتوں پر قائد و نگران ہیں کیونکہ اللہ نے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے اور اس وجہ سے بھی کہ مردوں نے عورتوں پر (شادی، بیاہ، مہر

اور نفقہ کے ذریعہ) اپنا مال خرچ کیا ہے۔ ؎

اس طرح واضح کر دیا گیا کہ وہ درجہ (جسکی وجہ سے مردوں کو فضیلت دیگئی ہے) وہ مرد اور عورت کے مشترکہ معاملات میں مرد کے منتظم اور نگران ہونیکی وجہ سے ہے اور اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ ازروئے شریعت مرد ہی عورت پر خرچ کرنے اور بچوں کی تربیت کا ذمہ دار ہے۔ اس طرح خاندان کے اوّلین مسئول و ذمہ دار ہونے کی حیثیت سے خاندان کے مشترکہ امور میں وہی قائد اور نگران ہونے کا زیادہ مستحق ہے۔ کیونکہ ان امور میں اُس کی ذمہ داری کا تقاضا ہے کہ اُسی کی بات چلے۔

اس لحاظ سے مرد کو جو اقتدار حاصل ہے وہ اسکی ذمہ داری کی وجہ سے ہے، تاکہ وہ اس سے بہتر طریقے سے عہدہ برآ ہو اور یہ [illegible]یت کے اس عام قاعدے کی دقیق تطبیق ہے جو کہتی ہے کہ "اقتدار ذمہ داری کی بناء پر ملتا ہے" اور یہ وہی قاعدہ ہے جس کو شریعت نے صاحب اقتدار لوگوں کا تعلق اُن کے ماتحت لوگوں سے دکھانے کے سلسلے میں پیش کیا ہے اور اس کی اصل یہ حدیث ہے:

كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ تم میں سے ہر شخص ذمہ دار ہے اور ہر ایک سے اس کی

؎ لفظ قَوَّامُوْنَ، قَوَّام کی جمع ہے جو قَائِمٌ سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔ کہا جاتا ہے۔ هُوَ قَوَّامٌ عَلٰى أَهْلِهٖ، تو اس کا مطلب ہوتا ہے وہ اپنے اہل و عیال کی ضروریات اور ان کے اچھے برے کی ہمیشہ دیکھ بھال کرنے والا ہے۔ (معجم الفاظ القرآن الکریم: ۲/۹۴۴ مطبوعہ مصر) شہاب

؎ بعض تجدد پسندوں کا ادعا ہے کہ اس آیت کریمہ میں مردوں کو جو فضیلت دیگئی ہے، وہ محض انفاقِ مال کی وجہ سے ہے، لہٰذا اگر کسی دور میں عورتیں کمانے والی ہو جائیں تو مردوں کی یہ فضیلت زائل ہو سکتی ہے۔ مگر یہ آیت کریمہ اس غلط منطق کو باطل کر رہی ہے کیونکہ یہاں پر اللہ تعالیٰ نے مردوں کو جو فضیلت دی ہے وہ فطری اور پیدائشی اعتبار سے ہے جو کسی علت کے تابع نہیں ہے۔ اب رہا مردوں کا عورتوں پر اپنا مال خرچ کرنا، تو یہ دوسری فضیلت ہے، جیسا کہ قرآنی الفاظ سے صاف ظاہر ہو رہا ہے لہٰذا اگر کسی وجہ سے دوسری فضیلت زائل ہو جائے تو پہلی فضیلت کسی بھی طرح زائل نہیں ہو سکتی، جو مرد کی جسمانی و ذہنی قوت کی بناء پر ہے اور اس اعتبار سے عورتیں لاکھ کوشش کریں، وہ مردوں کے مقام و مرتبے تک نہیں پہنچ سکتیں، کیونکہ یہ فرق بالکل حیاتیاتی (BIOLOGICAL) ہے اور اس باب میں فرائڈ جیسے اباحیت پسند تک کو بھی اعتراف کرنا پڑا، کہ "مرد اور عورت کی تشریحی ساخت ایک امر مقدر ہے"

(ANATOMY IS DESTNY) (دیکھئے انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا: ۱۹/۹۰۷ ایڈیشن ۱۹۸۳ء) شہاب

رَعِيَّتِهِ وَالْمَرْأَةُ رَاعِيَةٌ فِي بَيْتِ زَوْجِهَا وَهِيَ مَسْئُوْلَةٌ عَنْ رَعِيَّتِهَا : ذمہ داری کے بارے میں پوچھا جائیگا اور عورت بھی اپنے شوہر کے گھر میں نگران ہے اور اُس سے اس کی نگرانی و ذمہ داری کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

مردوں کو اگرچہ مشترکہ معاملات میں عورتوں پر یک گونہ فضیلت حاصل ہے، مگر مرد کو عورت کے خصوصی اُمور میں دخل دینے اور اس پر زور چلانے کا کوئی اختیار نہیں ہے۔ مثال کے طور پر عورت اپنے حقوق کی خود مالک ہوتی ہے اور ان میں مرد کی مداخلت کے بغیر تصرّف کر سکتی ہے، اگرچہ وہ اس کا شوہر یا باپ ہی کیوں نہ ہو۔

اسلامی شریعت نے مرد اور عورت کے درمیان یہ مُساوات اپنے پہلے ہی دن یعنی چودہ سو سال پہلے ہی قائم کر دی تھی، جب کہ اُس وقت کی دُنیا اس قسم کی مُساوات اور ان دونوں کے حقوق و فرائض کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں تھی۔ اس لحاظ سے مُساوات کو ثابت کرنے کے لئے کوئی جماعتی تحریک موجود نہیں تھا جو شریعت کو ایسا کرنے کے لئے مجبور کرتا۔ بلکہ اس کے برخلاف ضرورت اس بات کی تھی کہ اسلامی شریعت کی تکمیل ایسے اعلیٰ اصولوں کے ذریعہ کر دی جائے جو اُس کے کمال و دوام کو برقرار رکھ سکیں۔

اسلامی شریعت نے عورت اور مرد کے درمیان مساوات کا جو اُصول تسلیم کیا ہے، اس کی رفعت و بلندی کا اندازہ ہم اس طرح کر سکتے ہیں کہ ہمارے علم کے مطابق وضعی قوانین نے ان دونوں کے درمیان مساوات کو انیسویں صدی میں جا کر تسلیم کیا ہے مگر اس کے باوجود بعض اقوام اور ان کے قوانین اب تک عورتوں کو اُن کے خصوصی امور میں بھی اُن کے شوہروں کی اجازت کے بغیر تصرّف کرنے سے منع کرتے ہیں۔

غرض زیر بحث نصوص کی عمومیت اور اُن کی لچک کی غایت و انتہا کا ہم آسانی سے اندازہ کر سکتے ہیں۔ ان نصوص (واضح ہدایات) کا دائرہ کبھی تنگ نہیں ہو سکتا اور نہ وہ پیش آمدہ مسائل کا احاطہ کرنے سے عاجز رہ سکتے ہیں اور ان نصوص میں جب کمال اور رفعت کا بھی اضافہ کر دیا جائے، تو ہم بجا طور پر کہہ سکتے ہیں کہ شریعت کے نصوص کسی تبدیلی یا ترمیم کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہو سکتے۔

(جاری ہے)

O Prophet ! truly We have sent thee
as a Witness, a Bearer of glad
tidings, and a Warner, and as
one who invites to Allah's (Grace)
by his leave. And A Lamp Spreading Light

Karachi Port Trust
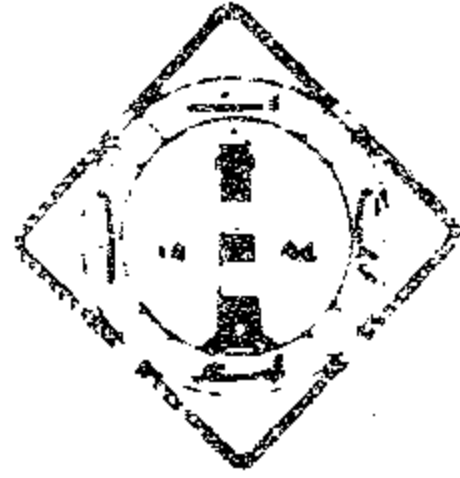
The Port of Pakistan

جناب حافظ نذر احمد صاحب
پرنسپل شبلی کالج لاہور!

پاکستان میں غیر مسلموں کی تبلیغی سرگرمیاں

پوری قوم کیلئے لمحۂ فکریہ

غیر مسلم کس محتاط اور مؤثر طریقے سے پاکستان میں تبلیغی سرگرمیاں تیز کئے ہوئے ہیں اور ان کی سرگرمیوں میں روزبروز کس طرح اضافہ ہورہا ہے۔ محترم حافظ نذر احمد صاحب نے نہایت محنت اور جستجو سے اعداد وشمار جمع کر کے ایک تفصیلی جائزہ پیش فرمایا ہے۔ جو اہل علم وفضل کی توجہ کے لئے پیش خدمت ہے (ادارہ)

الحمدللہ ملک عزیز پاکستان ایک نظریاتی اسلامی جمہوری ریاست ہے۔ جیسا کہ آئین پاکستان ۷۳ء کے ابتدائیہ میں مرقوم ہے۔ "تمام کائنات پر اللہ قادر مطلق کی حاکمیت ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے متعین کردہ اختیار کی حدود کے اندر رہتے ہوئے ان کا استعمال کرنا پاکستانی عوام کی ایک مقدس امانت ہے"۔ "منشاء یہ ہے کہ وہ ایسا نظام قائم کریں جس میں وہ انفرادی اور اجتماعی شعبہ ہائے حیات میں اپنی زندگی ان اسلامی تعلیمات اور اقدار کے مطابق ڈھالیں جو قرآن کریم اور سنت میں موجود ہیں" (دستور پاکستان ابتدائیہ)

اسی طرح آئین پاکستان ۱۹۷۳ء کے بنیادی حقوق (FUNDAMENTAL RIGHTS) کی پہلی شق میں کہا گیا ہے "پاکستان ایک وفاقی جمہوریہ ہوگا اور اسلامی جمہوریہ پاکستان کے نام سے موسوم کیا جائے گا۔ دوسری شق میں کہا گیا ہے اسلام پاکستان کا سرکاری مذہب ہوگا" (دستور پاکستان ابتدائیہ)

حکمت عملی کے اصولوں (PRINCIPLES OF POLICY) میں اس کی وضاحت یوں کی گئی ہے۔

"مسلمانان پاکستان کی زندگیوں کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے کے اقدامات کئے جائیں گے اور مواقع بہم پہنچائے جائیں گے کہ وہ قرآن وسنت کی روشنی میں زندگی کا مفہوم سمجھ سکیں" (دستور پاکستان ابتدائیہ)

ہمیں پاکستان کے ایک نظریاتی اسلامی جمہوری ریاست ہونے پر فخر ہے خصوصاً اس لئے کہ وہ دنیا کی

دوسری نظریاتی مملکتوں کی طرح عصبیت، نسل پرستی یا تنگ نظری میں گرفتار نہیں۔

برطانیہ عظمیٰ مسیحی مملکت ہے۔ شہنشاہ معظم اور ملکہ معظمہ کے سرکاری القاب کا جزو ہیں (DEFANDER - OF THE FAITH) "محافظ مذہب" لیکن عملاً صرف محافظ کیتھولک، اس لئے کہ شہنشاہ یا ملکہ معظمہ چرچ آف انگلینڈ کے معتقدات سے سرمو انحراف نہیں کر سکتے اس کی کم از کم سزا تخت و تاج سے دست برداری ہے۔

سوشلسٹ روس اور اس کی دوسری ذیلی ریاستوں میں کسی دوسرے نظریہ کی بات کرنے یا مذہب کی تشہیر کرنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔

اس کے برعکس نظریاتی مملکت جمہوریہ پاکستان میں اقلیتیں مکمل شہری حقوق رکھتی ہیں۔ ہمارے ہاں اقلیتوں کی کیفیت کیا ہے؛ مختصر جواب یہ ہے۔

۱۔ پاکستان کی اقلیتیں | اسلامی جمہوریہ پاکستان کی کل آبادی ۸۴۲۵۳۶۴۴ ہے اس میں غالب اکثریت مسلم آبادی کی ہے جو ۸۱۴۵۰۰۵۷ کی تعداد میں ہے یعنی کل آبادی کا ۹۶ اعشاریہ ۶۷ فیصد، گویا غیر مسلم اقلیتیں صرف ۳ اعشاریہ ۳۳ فیصد ہیں۔ (۲۸۰۳۵۸۷)

پاکستان کی بڑی اقلیتیں تین ہیں | الف۔ مسیحی۔ ان کی مجموعی آبادی ۱۳۱۰۴۲۶ ہے (کل آبادی کا صرف ایک اعشاریہ ۵۶ فیصد)

ب۔ ہندو۔ پورے ملک میں ان کی تعداد ۱۲۷۶۱۱۶ ہے (کل آبادی کا صرف ایک اعشاریہ ۱۵ فیصد)

ج۔ احمدی (قادیانی و لاہوری) ان کی کل آبادی ۱۰۴۲۴۴ ہے (کل آبادی کا صرف اعشاریہ ۱۲ فیصد

پاکستانی اقلیتوں کے حقوق | اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین ۷۳ء کے ابتدائیہ میں کہا گیا ہے:۔

"ایسا انتظام قائم کیا جائے جس میں اقلیتوں کے لئے اس امر کی گنجائش پیدا کی جائے کہ وہ آزادی سے اپنے مذہب کی پیروی کریں۔ مذہبی فرائض پر عمل کریں اور اپنی ثقافت کی نشو و نما کر سکیں۔

بنیادی حقوق (FUNDAMENTAL RIGHTS) کے باب میں اس کی یوں وضاحت کی گئی ہے۔

"ہر شخص کو قانون، امن عامہ، اور اخلاق حدود کے اندر رہتے ہوئے کسی بھی مذہب پر کاربند رہنے کا اور اس کی ترویج کا حق حاصل ہوگا۔ اس طرح ہر مذہبی فرقہ کو اپنی عبادت گاہیں بنانے اور ان کی حفاظت کا حق حاصل ہوگا۔"
(آئین پاکستان۔ ابتدائیہ)

یہ دفعات محض کاغذی کارروائی نہیں بلکہ پاکستان کی پوری چالیس سالہ تاریخ شاہد عادل ہے کہ پاکستان نے ہمیشہ اپنی اقلیتوں کو پورا پورا آئینی تحفظ دیا ہے جب کہ ہمسایہ ملک بھارت جو لادینی ریاست ہونے کا دعویٰ رکھتا ہے وہاں ایک ہفتہ میں جتنے فرقہ وارانہ فسادات کا اوسط ہے۔ بفضلہٖ تعالیٰ پاکستان کی پوری تاریخ میں اس قدر فرقہ

وارانہ فسادات نہیں ہوئے۔ یہ وہ حقیقت ہے جس کا اعتراف اندرونِ ملک اور بیرونِ ملک سب کو ہے۔

ہم اس پس منظر میں پاکستان کے غیر مسلم مشنریوں کی جانب سے ذرائع ابلاغ کے کردار کا جائزہ لیں گے۔

ہندو اقلیت اور ذرائع ابلاغ عامہ | ہندو ملک کی ایک بڑی اقلیت ہے ان کی کل آبادی ۱۲۷۶۱۱۶ ہے جو ملک کی مجموعی آبادی کا صرف ایک اعشاریہ ۵۱ فیصد ہے۔

۱۔ ریڈیو پاکستان لاہور اتنی چھوٹی اقلیت کے لئے ان کے مذہبی تہواروں پر سال میں چار بار ان کے مخصوص پروگرام نشر کرتا ہے:۔

تقریب	دورانیہ
۱۔جنم اشٹمی	۲۰ منٹ
۲۔ دسہرا	۱۰ منٹ
۳۔ بالمیک جی کا جنم دن	۱۰ منٹ
۴۔ دیوالی	۱۰ منٹ

یہ امر پیشِ نظر رہے کہ صوبہ پنجاب میں ہندو آبادی نہ ہونے کے برابر ہے۔ یعنی پنجاب کی کل آبادی ۴۷۲۹۲۴۴۱ میں ہندو آبادی صرف ۲۹۲۶۸ ہے۔

اس وقت صوبہ پنجاب میں ہندوؤں کا اپنا کوئی اخبار یا رسالہ نہیں۔ جناب حکم چند کی زیرادارت راولپنڈی سے ماہنامہ "بسنت" شائع ہوتا تھا مگر ان کی وفات کے بعد یہ ماہنامہ شائع نہ ہو سکا۔

۲۔ صوبہ سندھ میں ہندو آبادی ۱۲۲۱۹۶۱ ہے جو اس صوبہ کی آبادی کا ایک اعشاریہ ۴۵ فیصد ہے۔

ریڈیو پاکستان حیدرآباد سے ہندو اقلیت کے لئے ان کے تہواروں پر مندرجہ ذیل خصوصی پروگرام نشر ہوتے ہیں۔

تقریب	دورانیہ
۱۔ دسہرہ	۳۰ منٹ
۲۔ دیوالی	۳۰ منٹ
۳۔ ہولی	۳۰ منٹ

۳۔ صوبہ سندھ سے بھی کسی "مشنری ہندو جریدہ" کی اشاعت کا سراغ نہیں ملا۔ اس کی بڑی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ ہندو مذہب اور خود ہندو قوم (کم از کم پاکستان میں) بطور ایک مشنری معروف کار نہیں۔ ہندو تنظیموں یا کسی ہندو ادیب کی زیرادارت انفرادی طور پر شائع ہونے والے جرائد کی فہرست جو اپنے محدود وسائل کے ذریعہ ہم حاصل کر سکتے ہیں حسب ذیل ہے۔

ہندو اقلیت کی طرف سے شائع ہونے والے جرائد

نمبر شمار	جریدہ	مقامِ اشاعت	اشاعت		کیفیت
۱	سر سوتی	حیدرآباد	ماہنامہ		ہندو سوشل ریفارم جریدہ
۲	سدھار پتریکا	"	"	"	ہندو خواتین کا تعلیمی و اصلاحی رسالہ
۳	تندرستی	"	"	"	صحت ، حفظانِ صحت
۴	سندھ سیوک	"	"	"	سیاسی و سماجی
۵	پریم	"	"	"	تعلیمی و اخلاقی
۶	سرتاج	"	"	"	فلمی رسالہ
۷	ناول	"	"	"	جاسوسی و طلسمی کہانیاں
۸	جاسوسی ناول	"	"	"	" "
۹	نوجوان	جیکب آباد	ہفت روزہ	"	خبر نامہ
۱۰	آشا	کراچی	ماہنامہ	"	فسانہ اور کہانیاں قسط وار
۱۱	چتر کار	"	پندرہ روزہ		فلمی خبریں اور کہانیاں

۴۔ مندرجہ ذیل ادارے سلسلہ وار کتابیں اور رسائل شائع کر رہے ہیں۔

۱۔ پریم پبلی کیشنز ، کندھ کوٹ ۔ ماہانہ کہانیوں کا سلسلہ

۲۔ نیشنل پبلی کیشن ۔ میرپور بٹھورو ۔ ماہانہ کہانیوں کا سلسلہ

۳۔ ملہار کتابی سلسلہ ، حیدرآباد ۔ ماہانہ فلمی کہانیوں کا سلسلہ

۵۔ ہندو اقلیت کے ذرائع ابلاغ سیاسی انتشار کے علاوہ (جو اس مقالہ کا موضوع نہیں) ایک گھمبیر ثقافتی انتشار کا ذریعہ ضرور ہیں۔

کراچی ۔ حیدرآباد اور اس کے گرد و نواح سے بندھن ۔ سندور ۔ بندیا اور مہندی کی ہندوانہ رسوم خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں ۔ اسی طرح شادی بیاہ کے غیر اسلامی رسم و رواج مثلاً دولہا دلہن کے پاؤں پر ہندوانہ پوجا پاٹ کی طرح تیل چھڑکنا ۔ دلہن سے " پالاگن " کی رسم ادا کرانا (ساس کے گھٹنوں کو ہاتھ لگوانا) وغیرہ ۔ روزمرہ کی زبان و ادب میں خصوصاً راگ اور گیتوں میں ہندی الفاظ اور ہندوانہ افکار کا استعمال ۔ ہندو تہذیب اور ہندوستان کے ریڈیو " آکاش وانی " نیز بھارت کے ٹیلی ویژن " دور درشن " کا نتیجہ ہیں۔

۳ ۔ احمدی (قادیانی ، لاہوری) اور ذرائع ابلاغ | یہ پاکستان کی ایک چھوٹی سی ، لیکن اپنے مقاصد کے حصول کے لئے فعال مشنری اقلیت ہے ۔ پاکستان کی ۸۴۲۵۳۶۴۴ آبادی میں ان کی تعداد صرف ۱۰۴۲۴۴ یعنی کل آبادی کا صرف اعشاریہ ۱۲ فیصد ۔

قادیانی جماعت کا مرکز ربوہ اور لاہوری جماعت کا مرکز لاہور ہے۔ گویا دونوں کے مرکز پنجاب میں ہیں۔ نتیجۃً صوبہ پنجاب میں ان کی تعداد زیادہ ہے۔ ایک اندازے کے مطابق پنجاب میں ان کی تعداد ۴ ۶۹ ۳ ۶ ہے۔ صوبہ سندھ میں زرعی زمینوں کا خاطر خواہ رقبہ ان کی ملکیت میں ہے۔

۱۔ جرائد | قادیانیوں کے درج ذیل ہفتہ وار اور ماہوار جاری ہونے والے جرائد و رسائل ان کی تبلیغی سرگرمیوں میں مؤثر کردار ادا کر رہے ہیں۔

الف۔ قادیانی جماعت

۱۔ تحریک جدید (ماہنامہ) ربوہ۔ ۲۔ مصباح (ماہنامہ) ربوہ۔ ۳۔ خالد (ماہنامہ) ربوہ۔ ۴۔ تشحیذ الاذہان ماہنامہ ربوہ۔ ۵۔ انصار اللہ (ماہنامہ ربوہ)۔ ۶۔ البشریٰ (ماہنامہ) ربوہ۔ (عربی، انگریزی) ۷۔ ریویو آف ریلیجن (ماہنامہ) ربوہ (انگریزی) ۸۔ لاہور (ہفتہ وار) لاہور۔ ۹۔ روزنامہ الفضل ربوہ (بند ہو گیا ہے)۔ ۱۰۔

ب۔ لاہوری جماعت

۱۔ پیغام صلح لاہور۔ ۲۔ دی لائٹ (انگریزی) لاہور

آخر الذکر دونوں رسائل ان کے مدیر کے فوت ہو جانے کے بعد بند ہو گئے ہیں۔ ان کے بقول یہ ان پر ابتلا کا دور ہے اس کے باوجود ان کی مطبوعات اور جرائد کی تحریروں میں جارحیت کا یہ انداز ہے کہ منافرت، دل آزاری اور قانون شکنی کے جرم میں ہر دوسرے تیسرے مہینے کوئی نہ کوئی کتاب یا رسالہ ضبطی کے قانون کی زد میں آجاتا ہے۔

۲۔ ابلاغ عامہ کے دوسرے ذرائع | حکومت پاکستان کی طرف سے ۱۹۷۴ء میں غیر مسلم قرار دئے جانے کے بعد سے بظاہر ان کی مشنری سرگرمیاں ختم ہو گئی ہیں۔ اور ان کی طرف سے دوسرے ذرائع ابلاغ کا استعمال نظر نہیں آتا۔ لیکن درحقیقت وہ اور ان کی سرگرمیاں زیر زمین چلی گئی ہیں۔ مثلاً

الف۔ "عمومی تبلیغ" اس مقصد کے لئے قادیانی جماعت کے ہاں دو مستقل تربیت یافتہ گروہ ہیں۔

اول۔ ان کے تربیت یافتہ فارغ التحصیل عالم۔ ان کی تعلیم و تربیت کے لئے ربوہ میں ایک مستقل ادارہ تعلیم الاسلام کالج کے نام سے قائم کیا گیا ہے۔ اس کا اپنا نصاب ہے۔ اس میں عربی زبان تقابل ادیان اور مرزائیت کی خصوصی کتب کی تدریس کے علاوہ مناظرہ کی عملی مشق شامل ہے۔

دوسرے ان کے "واقف زندگی" جو اپنا سب کچھ چھوڑ کر اپنی پوری زندگی اور اپنی تمام تر توانائیاں جماعت کے لئے وقف کر دیتے ہیں۔

یہ لوگ شب و روز مسلمانوں کو گمراہ کرنے میں ایک مرتبہ پروگرام کے مطابق مصروف کار رہتے تھے اب ان کے رابطہ عوام کے "عمومی گشت" بند ہو گئے ہیں اور جارحانہ انداز ختم ہو گیا ہے۔ انہوں نے اپنا طریقہ واردات

بدل لیا ہے۔ اب وہ عمومی گشت کے بجائے منتخب افراد کو نشانہ بنا کر ان پر اپنی تبلیغی توانائیاں صرف کرتے ہیں۔

ان دو "مستقل" داعی گروہوں "کے علاوہ جماعت کے ہر فرد کو مرزائیت کی ابتدائی تعلیم اور تبلیغی حکمت عملی سے پوری طرح آگاہ کیا جاتا ہے۔ اس مقصد کے لئے ایک خاص نصاب مرتب کیا گیا ہے۔ جس میں مرزا غلام احمد۔ خلیفہ بشیر الدین محمود اور دوسرے مناظرین کی کتب شامل ہیں۔ ہر شہر میں جمعہ کے دن ان کی عبادت گاہوں اور دوسرے مراکز میں ان کتابوں کے امتحان ہوتے ہیں۔ افراد جماعت کو اختیار دیا گیا ہے کہ جب کسی کتاب کی تیاری مکمل کر لیں تو اس کے امتحان میں شریک ہو جائیں۔ کامیاب ہونے پر اس کا اندراج اس ڈائری میں کر دیا جاتا ہے جو ہر قادیانی کی جیب میں ہوتی ہے۔ یہ وہ نصاب ہے جو ہر قادیانی کو عمومی تبلیغ کے لئے پڑھایا جاتا ہے۔

ب۔ یوم تبلیغ۔ غیر مسلم قرار دئے جانے سے قبل قادیانی موسم بہار میں ایک دن بطور خاص یوم تبلیغ مناتے تھے اس دن ان کے "عالم" اور "واقف زندگی" گروہ کے علاوہ ہر فرد سڑکوں پر۔ گلی کوچوں میں۔ پارکوں میں۔ کاروباری اداروں میں حتیٰ کہ سرکاری دفاتر میں بھی اپنے عقائد کا پرچار کرتا تھا۔ افسر اپنے ماتحتوں کو بلا تامل مرزائیت کا پیغام پہنچاتے تھے۔ اب یہ جارحانہ انداز ممکن نہیں رہا تو مطبوعہ لٹریچر اور دعوت کے خطوط لفافوں میں بند کر کے بھیجتے ہیں۔ مقالہ نگار کو ان کی متعدد تحریریں اسی طرح ملی ہیں۔ گذشتہ ہفتے مرزا طاہر محمود امیر جماعت کا ایک پیغام فوٹو سٹیٹ کی صورت میں موصول ہوا ہے۔

ج۔ رابطہ عام کی تقریبات۔ دوسرے متعدد اجتماعات کو نظر انداز کرتے ہوئے ان کی طرف سے ابلاغ عامہ کی دو تقریبات کا ذکر بطور خاص ضروری ہے۔

۱۔ "سالانہ جلسہ ربوہ" قادیانی دسمبر کے آخری ہفتہ میں ایک بین الاقوامی اجتماع منعقد کرتے ہیں اس میں اندرون ملک کے علاوہ بیرونی ممالک کی جماعتوں کے وفد شریک ہوتے ہیں۔ ہر قادیانی اپنے واقف کار مسلمانوں کو خصوصاً قادیانی افسر اپنے ماتحت اور زیر اثر لوگوں کو اس سالانہ جلسہ میں شرکت کی بہ اصرار دعوت دیتے تھے۔ جلسہ بڑے طمطراق سے منعقد ہوتا تھا۔ شرکا اس کا گہرا اثر قبول کرتے تھے۔ خلیفہ مرزا طاہر محمود کے ملک چھوڑ جانے کے بعد اس کی رونقیں سرد پڑ کر رہ گئی ہیں۔

۲۔ "جلسہ یوم مذاہب عالم" قادیانی ہر سال بڑے بڑے شہروں میں اس بے ضرر عنوان سے جلسے منعقد کرتے تھے۔ مختلف مذاہب کے نمائندوں کو اپنے اپنے مذاہب کے تعارف کی دعوت دیتے تھے۔ لیکن باقاعدہ تیار شدہ کلیدی تقریر ان کے اپنے کسی فاضل کی ہوتی تھی اور یہی ان کا اصل مقصود تھا۔

←— ۴ —→

مسیحی مشنری اور ذرائع ابلاغ | اسلامی جمہوریہ پاکستان میں مسیحی آبادی ۴۲۶،۳۱۰ ہے۔ اس اعتبار سے مسیحی

پاکستان کی سب سے بڑی اقلیت ہیں۔ اور دوسری اقلیتوں کے مقابلہ میں تعداد کے اعتبار سے زیادہ ہیں۔ تاہم کل آبادی میں ان کا تناسب صرف ایک اعشاریہ ۹ ۵ فیصد ہے۔

اتنی چھوٹی اقلیت ہونے کے باوجود مسیحی قوم کو اس اعتبار سے اہمیت حاصل ہے کہ ان کا دینی رشتہ سابق ولیان نعمت سے ہے۔ مغربی اقوام اور بعض بیرونی حکومتوں کی سرپرستی انہیں حاصل ہے۔ اس بیرونی سیاسی دباؤ کے علاوہ وہ اپنی مشنری فعال مساعی میں بھی سب سے آگے ہیں۔

۱۔ پاکستان کے سرکاری ذرائع ابلاغ کا استعمال | نظریاتی، اسلامی ریاست پاکستان کے سرکاری ذرائع مسیحی تقریبات اور تہواروں کے مواقع پر ان کے لئے خود ان کے مشنریوں کے مرتب کردہ خصوصی پروگرام نشر کرتے ہیں

(الف) ریڈیو پاکستان لاہور

تہوار	ماہ	دورانیہ	پروگرام کی نوعیت
گڈ فرائی ڈے	اپریل	ایک گھنٹہ	مسیحی علماء کی تقاریر بائبل کے اقتباسات، ڈرامہ پر مشتمل ہوتی ہیں۔ ۸۷ء کے ڈرامے کا عنوان تھا۔ "صلیب کا پیغام"۔ یہ ڈرامہ حسب سابق "کرسچن براڈ کاسٹنگ سوسائٹی" نے ترتیب دیا اور پیش کیا۔
ایسٹر	اپریل	ایک گھنٹہ	حسب سابق اس پروگرام میں ڈرامے کا عنوان تھا "طوفان کے بعد"
کرسمس کی شام	۲۴ دسمبر	ایک گھنٹہ	کیتھولک اور پروٹسٹنٹ باہم وقت تقسیم کر کے اپنا اپنا پروگرام مرتب کر کے پیش کرتے ہیں۔
کرسمس ڈے	۲۵ دسمبر	ایک گھنٹہ	کیتھڈرل چرچ سے براہ راست "سروس" نشر ہوتی ہے۔

ریڈیو پاکستان کے دوسرے اسٹیشن بھی کم و بیش اس نوع کے پروگرام نشر کرتے ہیں۔

ب۔ پاکستان ٹیلی ویژن ۔ پاکستان ٹیلی ویژن اپنے تمام اسٹیشنوں سے دو پروگرام پیش کرتے ہیں۔

۱۔ ایسٹر ۴۵ منٹ ۔ ۲۔ کرسمس تقریباً ایک گھنٹہ۔

ان پروگراموں کی نوعیت بھی ریڈیو پاکستان کے انداز پر ہوتی ہے۔ یعنی کسی مسیحی عالم کی تقریر۔ بائبل سے اقتباس۔ ڈرامہ اور دعا۔

۱۹۸۷ء کے ڈرامے کا عنوان تھا "پہچان" (کس کی؟ خود سوچ لیجئے)

۲۔ صلیب بردار جلوس | مسیحی تقاریب پر سرکاری ذرائع ابلاغ کے استعمال کے علاوہ کرسمس کی رات میں ایک صلیب بردار جلوس نکالتے ہیں، جو اپنی ہیئت اور شرکاء کے اعتبار سے ایک خاص تاثر کا حامل ہوتا ہے۔

۳۔ مسیحی مشنری جرائد | مسیحی مشنری ذرائع ابلاغ عامہ میں ان کے جرائد کا ایک اہم کردار ہے۔ ایک مختصر سی اقلیت کے جرائد کی تعداد اور ان کی ظاہری حسن و ترتیب کا اہتمام ہم سب کے لئے ایک لمحہ فکریہ ہے۔ کاش یہ ممکن ہوتا کہ راقم ان کے نمونے پیش کر سکتا۔ تاہم ایک رسالہ کی دو اشاعتوں کا خاکہ بطور ضمیمہ مقالہ میں شامل ہے۔

الف ۔ ہفتہ وار۔ ۱۔ کرسچین وائس، کراچی (ب) پندرہ روزہ۔ ۱۔ شاداب۔ لاہور۔ ۲۔ کاتھولک نقیب۔ لاہور۔ ۳۔ شعاع نور۔ لاہور۔ ج ۔ دو ماہہ۔ ۱۔ نیوز بلیٹن (انگریزی) لاہور۔ ۲۔ جفاکش۔ کراچی (د) سہ ماہی۔ ۱۔ ہوم لیگ۔ لاہور (ھ) ماہنامے۔ ۱۔ ڈائیوسس میگزین (انگریزی) لاہور۔ ۲۔ اخوت۔ لاہور۔ ۳۔ قاصد جدید لاہور۔ ۴۔ صحت لاہور۔ ۵۔ سالویشن آرمی لاہور۔ ۶۔ چھوٹا سپاہی لاہور۔ ۷۔ نعرہ جنگ لاہور۔ ۸۔ ملاپ کراچی۔ ۹۔ بشیر النسواں راولپنڈی۔ ۱۰۔ طلوع فکر (اردو، پشتو) پشاور۔ ۱۱۔ کلام حق گوجرانوالہ

(ذ) مندرجہ ذیل ماہ نامے باقاعدگی سے شائع نہیں ہوتے۔

لاہور سے۔ مسیحی نوجوان۔ آزاد وطن۔ مستقبل۔ ہیلتھ (انگریزی)۔ مسیحی بچہ۔ گوجرانوالہ سے۔ مسیحی خادم۔ سیالکوٹ سے۔ خزینۃ الجواہر کلب۔ ملتان سے۔ ہمارا ڈاکٹر۔ راولپنڈی سے۔ المشیر۔ اچھا چرواہا۔

۴۔ ابلاغ عامہ کا مؤثر ترین ذریعہ | الف۔ بائبل خط و کتابت سکول۔ بالعموم ریڈیو، ٹیلی ویژن اور اخبارات، و رسائل کو ذرائع ابلاغ میں شمار کیا جاتا ہے۔ کہ یہ ذرائع تشہیر ہیں۔ لیکن ڈھونڈنے والے اپنا پیغام دور و نزدیک پہنچانے کے لئے ہر دم نئی راہوں کی جستجو میں رہتے ہیں۔

حضرت ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم اقصائے عالم کے لئے اور قیامت تک کے لئے ہادی بن کر مبعوث ہوئے تھے اور ابھی اس دور میں آج کے ابلاغ عامہ کے معروف ذرائع موجود نہ تھے آپ نے اپنے قاصدوں کے ذریعہ دور و نزدیک کے حکمرانوں، سرداروں، بادشاہوں اور شہنشاؤں کو دعوت حق کے مکتوبات شریفہ ارسال فرمائے۔ ہم تو یہ مؤثر نبوی ذرائع ابلاغ بھول گئے لیکن مسیحی مشنری ہمارے چھوٹوں بڑوں تک اس ذریعہ سے پیغام مسیح پہنچا رہے ہیں۔

اسلامی جمہوریہ پاکستان میں بائبل اور اس کی تعلیمات کو گھر گھر پہنچانے کے لئے ایک دو نہیں پندرہ بائبل خط و کتابت سکول قائم ہیں۔ جو کسی قیمت کسی فیس یا چندے کے بغیر بلا مبالغہ لاکھوں کی تعداد میں بائبل کے اسباق تقسیم کر رہے ہیں۔ بائبل خط و کتابت سکول لاہور میں ۶۔ ملتان، فیصل آباد، ایبٹ آباد، شکارپور (سندھ) لاڑکانہ۔ خیرپور (سندھ) اور ڈیرہ غازی خان میں ایک ایک اور کراچی میں دو موجود ہیں

یہاں اس تلخ حقیقت کی طرف اشارہ بے محل نہ ہو گا کہ ہمارے صرف دو ایسے سکول مصروف عمل ہیں۔ ایک قرآن کریم کی تعلیمات دس دس اسباق پر مشتمل سات کورسز کی صورت میں۔ دوسرا تفسیر قرآن خطبات جمعہ کی صورت میں تقسیم

کررہا ہے۔[۱]

ب۔ بائبل خط وکتابت کورسز | راقم الحروف کی ذاتی معلومات کی حد تک اس وقت ملک عزیز میں اردو زبان میں ۲۴، اور انگریزی زبان میں ۵۲ کورسز جاری ہیں۔ (ان میں سے دو صرف مسیحی افراد کے لئے ہیں ان کے مشمولات اس انداز کے ہیں کہ مسلمانوں کو مطالعہ کے لئے نہیں دئے جاتے)

ان اردو، انگریزی زبان کے کورسز کے اسباق کی تعداد ۱۳۱۴ ہے۔ جو سات ہزار سے زیادہ صفحات پر پھیلے ہوئے ہیں۔ مسیحی لٹریچر اس قدر وسیع مطالعہ کرنے کے بعد مسلمان طلبا و طالبات کے قلوب و اذہان جس قدر متاثر ہوتے ہوں گے اس کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ اس ذریعہ ابلاغ کا ہدف بڑوں سے زیادہ نوجوان اور سکول کالجوں کے ہونہار طلبا خصوصاً ذوقِ مطالعہ رکھنے والے بیکار نوجوان ہوتے ہیں۔ (کورسز کی تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ضمیمہ ۶، ۷)

یہ وہ سلسلہ ہائے اسباق ہیں جو وہ بندہ حاصل کر سکا ہے۔ جس کے وسائل محدود ہیں۔ مزید کورس کس قدر ہوں گے اللہ بہتر جانتا ہے ملحوظ خاطر رہے کہ ان میں سے بیشتر کورس امریکہ۔ کینیڈا اور برطانیہ سے چھپ کر آرہے ہیں اور ایک سلسلہ اسباق "صدائے شہدار" کے زیرعنوان فورنیا (امریکہ) سے آرہا ہے۔ ان کورسز کے اعلانات تھوڑے تھوڑے وقفہ سے ملک کے معروف کثیر الاشاعت جرائد میں پہلے صفحہ پر چوکھٹے میں نمایاں طور پر شائع ہوتے رہتے ہیں نمونہ ملاحظہ ہو۔

> انبیاء کے حالات گھر بیٹھے بذریعہ خط وکتابت ایک پوسٹ کارڈ لکھ کر مفت حاصل کریں۔ پوسٹ بکس نمبر لاہور، ملتان۔ کراچی

اردو، انگریزی زبانوں کے ان سلسلہ ہائے اسباق کی فہرستیں بطور ضمیمہ منسلک ہیں۔ آپ ملاحظہ فرمائیں گے کہ بیشتر کے نام اس قدر دلفریب، معصومانہ حد تک بے ضرر، بلکہ عین اسلامی ہیں۔ ان میں کسی مسلمان کے دل میں دلچسپی پیدا ہو جانا، اور ان کے مطالعہ سے اپنے دین سے برگشتہ ہو جانا ناممکن نہیں۔

۵۔ بائبل کی تقسیم | پیغام مسیح ہر فرد تک پہنچانے کے لئے نوجوان مسیحی لڑکوں اور لڑکیوں کے ذریعے گھر گھر، گلی کوچوں میں۔ بازاروں میں اور چوراہوں میں بائبل کی برائے نام قیمت پر فروخت اور مفت تقسیم ایک معمول کی بات ہے۔ ۱۹۸۵ء میں امریکہ سے "زندہ کلام" کے نام سے انجیل کا اردو ترجمہ ہمارے ہر ٹیلیفون ہولڈر کو بذریعہ ڈاک براہ راست وصول

---

[۱] جن دو اداروں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے ان میں سے ایک ادارہ تعلیم القرآن ہے جو حافظ نذر احمد صاحب کی زیر نگرانی خط وکتابت کے ذریعہ دعوت وارشاد کا کام سرانجام دے رہا ہے۔ دوسرا ادارہ بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی سے منسلک "دعوت اکیڈمی" ہے۔

ہوا۔ بندہ کے نام پر دو ٹیلیفون ہیں۔ لہذا دو نسخے پہنچے۔

۶۔ ابلاغ عامہ کے دوسرے مشنری ذرائع | الف۔ بائبل کارسپانڈنس کلب

عام قارئین کے علاوہ بائبل خط وکتابت کورسز کے طلباء کے لئے کارسپانڈنس کلب قائم ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ چھپے ہوئے اسباق پر بات ختم نہ ہو جائے بلکہ ان کے بعد بھی اور ان کے علاوہ بھی طلباء سے ذاتی قسم کا رابطہ پیدا ہو۔ ظاہر ہے طلباء میں غالب تعداد مسلمان بچوں اور بچیوں کی ہوتی ہے

ب۔ کلب میگزین اور خبر نامہ | اس میں مسیحی مشنریوں کے مضامین، مشنری خبریں۔ اعلانات و اطلاعات کے علاوہ خالص بائبل کے عنوانات پر مسلمان طلبا و طالبات سے مضامین لکھائے جاتے ہیں۔ انہیں حوصلہ افزائی کے انعامات بصورت کتب دیئے جاتے ہیں۔ انجیل پر مبنی معمے بھی جاری کئے جاتے ہیں۔

ج۔ ملاقات باہمی کے اجتماع | وقفہ وقفہ سے مشن سکول۔ کالجوں میں کلب کے ممبران مل بیٹھنے کے عنوان سے مدعو کئے جاتے ہیں۔ انہیں ہلکے پھلکے مشروبات پیش کئے جاتے ہیں۔ اور مسلمان طلبا کو دعوت دی جاتی ہے۔ کہ موجود مسیحی علماء سے تبادلہ خیالات کریں۔ اپنے شکوک کا ازالہ کرائیں۔ اور سوال وجواب سے اپنے علم میں اضافہ کریں۔

د۔ مبارک کیمپ مری | گذشتہ دس بارہ سال سے ہر موسم گرما میں مری کے پُر فضا پہاڑی مقام پر طلباء و طالبات کے کیمپ لگتے ہیں۔ اس مسیحی عمارت کا نام ہی "کیمپ مبارک"، رکھا گیا ہے۔

گذشتہ موسم گرما کے چار مہینوں کے دوران یہاں یکے بعد دیگرے سولہ کیمپ لگے۔ اس کے اپنے بلٹن کے مطابق ان کی اجمالی فہرست یہ ہے۔

چھوٹے لڑکوں کا کیمپ	استادوں کا کیمپ
چھوٹی لڑکیوں کا کیمپ	متعدد فیملی کیمپ
نوجوان لڑکوں کا کیمپ	مزدور پیشہ لوگوں کا کیمپ
نوجوان لڑکیوں کا کیمپ	مسیحی علماء کا کیمپ
بڑے لوگوں کا کیمپ	متلاشیان حق کا کیمپ
بڑی عورتوں کا کیمپ	خط وکتابت سکولوں کے طلبا کا کیمپ

مؤخر الذکر دو کیمپ خاص طور پر قابل غور ہیں ان میں غالب تعداد مسلمان نوجوانوں کی ہوتی ہے۔ چنانچہ گذشتہ سال ۸۶ء میں مسلمان طلبا ۱۵۔ مسیحی ۶۰ اور ۱۶ نابینا ان کے علاوہ تھے۔ آٹھ دن کے لئے انہیں دعوت دی جاتی ہے۔ کہ اپنی بائبل ساتھ لائیں اور عملی مسیحی زندگی کا مشاہدہ کریں۔ اس گرانی کے دور میں آٹھ دن کے قیام۔ دو وقت کا کھانا۔ ناشتہ اور چار بار چائے کے کل اخراجات صرف ساٹھ روپیہ۔ اور رجسٹریشن فیس برائے نام بیس روپیہ وصول کی جاتی ہے۔ سندھی اور بلوچستانی

طلبا سے کوئی فیس وصول نہیں کی جاتی۔

کیمپ کے اساتذہ میں ملک کے چوٹی کے مشنری شامل ہوتے ہیں۔ یہاں پر سلسلۂ درس وتدریس، سوال وجوابات کی مجالس اور دوسری تقریبات سے شرکاء کے قلوب واذہان پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہوں گے۔ ان کے لئے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔

ہماری وزارت امور مذہبی۔ ہمارے علماء۔ ہمارے دینی ادارے اور ملت کے حساس باشعور افراد اپنے فرائض کا احساس آخر کب کریں گے؟

۷۔ سمعی وبصری معاونات | (الف) ویڈیو کیسٹ اور فلمیں

ملک عزیز میں مسیحی تعلیمات پر مشتمل مختصر ولفریب فلمیں اور سامعہ نواز وڈیو کیسٹ کثیر تعداد میں آرہے ہیں۔ مجھ جیسے گمنام فرد کے پاس درجنوں کی تعداد میں بے طلب اور بلاقیمت پہنچ چکی ہیں۔

۸۔ ریڈیو سیشلز | پاکستانی سرحدات سے کچھ دور سیشلز جزیرے میں ایک بڑی طاقت کا ریڈیو ٹرانسمیٹر نصب ہے۔ یہاں سے دن میں ۵ گھنٹے مسلسل پانچ پاکستانی قومی اور علاقائی زبانوں میں بائبل کی تعلیمات نشر ہورہی ہیں۔

ریڈیو سیشلز کا علاقائی دفتر ہمارے وفاقی دارالحکومت میں قائم ہے (اس کا ایک خبرنامہ بطور ضمیمہ نمبر ۹ منسلک ہے)

"فاعتبروا یا اولی الابصار"

حرفِ آخر | مسیحی مشنری مساعی اور ان کے ذرائع ابلاغ کا استعمال رائیگاں نہیں گیا۔ قیام پاکستان کے بعد پہلی مردم شماری ۱۹۵۱ء میں ہوئی۔ اس وقت مسیحی آبادی ۴۳۴۰۰۰ تھی۔ ۱۹۸۱ء کی آخری مردم شماری کے وقت یعنی ۳۰ سال کی مدت میں ان کی تعداد ۱۳۱۰۴۲۶ تک پہنچ گئی۔ یعنی ۲۰۲ فیصد کے قریب اضافہ ہوگیا۔ جب کہ مسلمان آبادی میں اضافہ صرف ۱۴۹ فی صد ہوا

کسی ملک کی آبادی میں اضافہ کے اسباب تین ہوتے ہیں۔ نقل آبادی، کثرت تولید۔ یا قبول مذہب یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ ان چالیس سالوں میں کوئی نقل آبادی نہیں ہوئی۔ تعدد ازدواج مسلمانوں میں ہے مسیحی قوم میں نہیں۔ لہذا اس ذریعہ سے بھی مسیحی آبادی میں اضافہ نہیں ہوا۔ لہذا قبول مذہب کے سوا ان کی تعداد میں اضافہ کا اور کوئی سبب نہیں ہوسکتا۔

وہ کتاب جسے خود کتاب حیات ہونے کا دعویٰ نہیں۔ جس کے مندرجات کو خود اس کے ماننے والے ازاول تا آخر وحی الٰہی نہیں کہتے جس کے بعض حصے وہ خود اپنے بچوں اور خواتین کو با آواز بلند پڑھ کر نہیں سنا سکتے۔ اس کے لئے وہ سب کچھ کر رہے ہیں، جس کا صرف ایک پہلو، اور اس کی ہلکی سی جھلک آپ کے سامنے آئی ہے۔ اس کے مقابل اللہ رب العزت کی آخری کتاب "کتاب ہدی" ہے۔ کتاب حیات ہے۔ ذکر للعالمین ہے۔ ہدی للعالمین ہے۔ اس پر ایمان رکھنے والے کیا کر رہے ہیں؟ وہ پوری سنجیدگی اور کامل یقین کے ساتھ اپنے فرائض کی بجاآوری کے لئے کب آمادہ کار ہوں گے؟

مولانا حبیب الرحمٰن قاسمی

صحابہؓ کا مقام، خمینی اور اسلام کی نظر میں

ایک تقابلی مطالعہ

انقلاب ایران، اور اس کے قائد روح اللہ خمینی آج کل عالم اسلام کے لئے موضوع بحث بنے ہوئے ہیں۔ تجدد پسند طبقہ جس کا عام طور سے دینی مزاج غیر پختہ اور مذہبی معلومات خام اور ناقص ہیں۔ اس انقلاب کو اسلامی انقلاب اور خمینی کو وقت کا سب سے بڑا قائد اسلام سمجھتا ہے۔ اس کے برعکس علماء اسلام اور مذاہب عالم پر ناقدانہ نظر رکھنے والے اصحاب فکر و دانشور اس انقلاب کو ایک شیعی انقلاب سے زیادہ اہمیت نہیں دیتے۔ اور قائد انقلاب کو شیعی جماعت کا ایک عالم اور رہنما سمجھتے ہیں۔

ان دونوں نظریوں میں محاکمہ کر کے صحیح نتیجہ تک پہنچنے کی غرض سے اس مقالہ میں امام انقلاب خمینی کی کتابوں سے وہ اقتباسات پیش کئے جا رہے ہیں جن میں انہوں نے اس مقدس جماعت کے متعلق اپنی رائے کا اظہار کیا ہے جس سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ایران کا انقلاب شیعی ہے یا اسلامی اور امام خمینی ایک خاص جماعت اور گروہ کے عالم اور رہنما ہیں یا پورے عالم اسلام کے؟

صحابہ کرامؓ کے متعلق خمینی کے اقوال

حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے متعلق دور حاضر کے شیعی فقیہ عادل قائد انقلاب نائب امام غائب امام روح اللہ خمینی کے ہفوات ملاحظہ کیجئے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں لکھتے ہیں:-

۱- ومعاویۃ ترأس قومہ اربعین عاماً و لکنہ لم یکسبہ لنفسہ سوی لعنۃ اللہ وعذاب الآخرۃ [۱]

خمینی کی یہ عبارت قلم اس صحابیٔ رسول ﷺ اور کاتب وحی کی شان میں ہے جس کے واسطے نبی کریم نے یہ دعا فرمائی۔

اللہم علم معاویۃ الکتاب والحساب وقہ العذاب [۲]

---

[۱] جہاد الاکبر صد ۱۸   [۲] الاستیعاب تحت الاصابہ ج ۳ صد ۳۸۱

اے اللہ معاویہ رضؓ کو حساب و کتاب سکھا اور اس کو عذاب جہنم سے بچا۔
اور حسین کے بارے میں خود حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہے۔

ایہا الناس لا تکرھوا امارۃ معاویۃ فانکم لو فقدتموہ رأیتم الرؤس تندر عن کواھلہا کانما الحنظل[۱]

اے لوگو! معاویہ کی امارت کو ناپسند مت کرو۔ کیونکہ اگر تم نے انہیں گم کر دیا تو دیکھو گے کہ سر اپنے شانوں سے اس طرح کٹ کٹ کر گریں گے جس طرح حنظل کا پھل اپنے درخت سے ٹوٹ کر گرتا ہے۔

اپنی مشہور کتاب کشف الاسرار کی بحث امامت میں حضرت امیر معاویہ و عثمان غنی رضی اللہ عنہما کے متعلق ان الفاظ میں اظہار خیال کرتے ہیں:۔

۲۔ ما خدائے را پرستش می کنیم و می شناسیم کہ کارہائش بر اساس خرد پایدار د بخلاف گفتہ ہائے عقل ہیچ کار نکند نہ آں خدائے کہ بنائے مرتفع از خدا پرستی و عدالت و دینداری بنا کند و خود بخرابی آں بکوشد و یزید و معاویہ و عثمان و ازیں قبیل چپاولچی ہائے دیگر را بمردم امارت دہد[۲]

ترجمہ۔ ہم اس خدا کی پرستش کرتے ہیں اور جانتے ہیں کہ اس کے تمام کام عقل کی مضبوط بنیاد پر ہیں۔ اور خلاف عقل وہ کوئی کام نہیں کرتا۔ نہ کہ ایسے خدا کی جو خدا پرستی، انصاف اور دینداری کی بلند عمارت بنا کر خود اس عمارت کو ویران کرنے کی کوشش کرے۔ اور یزید و معاویہ اور عثمان جیسے بدقماشوں کو حکومت سپرد کر دے۔

خلیفہ راشد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ جن کے نکاح میں یکے بعد دیگرے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیاں آئیں جس کی بنا پر ذوالنورین کے لقب سے مشرف ہوئے اور جن کے بارے میں اللہ کے پاک رسول صلعم نے غزوۂ تبوک کے موقعہ پر ان کی مالی نصرت سے خوش ہو کر فرمایا تھا ما ضر عثمان ما عمل بعد الیوم[۳] عثمان آج کے بعد جو بھی کام کریں گے وہ ان کے لئے ضرر رساں نہیں ہو گا۔ اس عظیم و مغفور شخصیت کے بارے میں خمینی کی یہ تبرا بازی، ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہئے۔

کشف الاسرار میں ہی حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کے متعلق یوں رقمطراز ہیں:۔

۳۔ نیز اکنوں ما با شیخین کار نداریم و مخالفت ہائے آنہا با قرآن و بازیچہ قرار دادن احکام خدا و حلال و حرام کردن از پیش خود و ستمہائے کہ بفاطمہ دختر پیغمبرؐ و اولاد او جہل آں ہا بدستورات خدا و احکام دین الخ

---

۱ البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۳۱ مطبوعہ مصر ۲ کشف الاسرار خمینی ص ۳ مسند امام احمد بن حنبل

ترجمہ۔ نیز ابھی شیخین کے بارے میں کلام نہیں کر رہا ہوں۔ (ورنہ) ان کی قرآن کی مخالفت اور احکام خداوندی کے ساتھ ان کا کھلواڑ کرنا اور اپنی جانب سے حلال وحرام کرنا اور صاحبزادی رسول ص فاطمہ اور ان کی اولاد پر ان کے مظالم دین کے احکام اور خدا کے آئین سے ان کی ناواقفیت یہ ایسے امور ہیں جن کے ہوتے ہوئے کیا از روئے عقل و شرع کے انہیں اولوالامر میں شامل کرنا اور ان کی اطاعت کا اللہ کی جانب سے واجب ہونا کسی طرح سے صحیح ہو سکتا ہے۔

اسی کتاب میں اس سوال کا جواب دیتے ہوئے کہ جب شیعی نظریہ کے مطابق مسئلہ امامت ارکان دین میں داخل ہے تو دوسرے ارکان کی طرح قرآن میں اس کا ذکر کیوں نہیں ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں امام کے نام کی صراحت کر دیتے تو امت میں اس مسئلہ میں نزاع نہ ہوتا۔ لکھتے ہیں :-

۴۔ آنکہ فرضاً در قرآن اسم امام را ہم تعیین میکرد۔ از کجا کہ خلاف بین مسلمانہا واقع نمی شد۔ آنہا کہ سالہا در طمع ریاست خود را بدین پیغمبر چسپانده بودن و رستہ بندیہا می کردند ممکن نہ بود بگفتہ قرآن از کار خود دانجام می دادند بلکہ شاید دراین صورت خلاف بین مسلمانہائے طورے می شد کہ با نہدام اصل اسلام منتہی می شد۔ زیرا کہ ممکن بود آنہا کہ در برد ریاست بودند چون دیدند کہ با اسم اسلام نمی شود بہ مقصود برسند بکرہ حزبے بر ضدم شام تشکیل می دادند[1]

ترجمہ۔ اگر بالفرض قرآن میں صراحتاً امام کا نام ذکر کر دیا جاتا تو اس سے یہ کیونکہ سمجھ لیا گیا کہ مسئلہ امامت میں مسلمانوں میں باہمی اختلاف واقع نہ ہوتا کیونکہ جن لوگوں نے ریاست کی طمع میں برسوں سے اپنے آپ کو دین پیغمبر سے چپکا رکھا تھا (اور اپنی مقصد کے لئے) پارٹی بازی میں لگے تھے۔ ان سے ممکن ممکن نہیں تھا کہ قرآن کے فرمان پر اپنے منصوبے سے دست بردار ہو جاتے (بلکہ) ہر ممکن تدبیر کو کام میں لاکر اپنے مقصد کو حاصل کرتے۔ بلکہ قرآن میں امام کی تعیین کی صورت میں شاید مسلمانوں میں ایسا خطرناک اختلاف رونما ہو جاتا جو اسلام کی بنیاد کے انہدام ہی پر ختم ہوتا۔ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ جو لوگ حصول ریاست کے در پے تھے جب یہ دیکھتے کہ اسلام کے نام سے وہ مقصد تک نہیں پہنچ سکتے تو اعلانیہ اسلام کے خلاف پارٹی بنا لیتے۔

جو حضرات شیعہ مذہب سے ادنیٰ واقفیت رکھتے ہیں انہیں معلوم ہے کہ مذہب شیعہ کے مسلمات میں سے یہ ہے کہ خلفائے ثلاثہ صدیق اکبرؓ، فاروق اعظمؓ اور عثمان غنیؓ محض ریاست وحکومت کے لالچ میں ظاہری طور پر اسلام میں داخل ہوئے تھے

---

[1] کشف الاسرار صہ ۱۱۳، ۱۱۴، بحوالہ آیات بینات صہ ۸۵

ورنہ باطن میں وہ (معاذ اللہ) کافر ہی تھے۔ چنانچہ شیعوں کے علامہ باقر مجلسی اپنے رسالہ "رجعیہ" میں امام غائب کی جانب منسوب کر کے لکھتے ہیں :-

"ایشاں از روئے گفتہ یہود بظاہر کلمتین گفتند از برائے طمع اینکہ شاید ولایتے وحکومتے حضرت بایشاں بدہد و در باطن کافر بودند۔"

ترجمہ۔ انہوں نے یہودی کے بتانے کے مطابق شہادتین کو زبان سے پڑھ لیا تھا اس لالچ میں کہ شاید آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم حکومت و اقتدار انہیں دے دیں۔ اور باطن میں یہ کافر ہی تھے۔

"آنہا کہ سالہا در طمع ریاست خود را بدین پیغمبر چسپانده بودند" سے خمینی صاحب بھی یہی بات دہرا رہے ہیں چند سطروں کے بعد مزید لکھتے ہیں :-

۵۔ آنہا کہ ممکن بود در صورتیکہ امام را در قرآن ثبت می کردند آنہاں کہ جز برائے دنیا و ریاست با اسلام و قرآن سر و کار نداشتند و قرآن را وسیلہ اجرائے نیابت فاسدہ خود کردہ بودند آں آیات را از قرآن بر دارند و کتاب آسمانی را تحریف کنند۔[1]

ترجمہ۔ امام کا نام قرآن میں ذکر کر دینے کی صورت میں عین ممکن تھا کہ وہ لوگ جو دنیا اور اقتدار کے علاوہ اسلام و قرآن سے کوئی سروکار نہیں رکھتے اور قرآن کو اپنے اغراض فاسدہ کے حصول کا ذریعہ بنا رکھا تھا ان آیات کو (جن میں امام کا نام مذکور ہوتا) قرآن سے نکال دیتے اور کلام الٰہی میں تحریف کر دیتے۔

پھر آگے چل کر لکھتے ہیں :-

۶۔ فرضاً کہ ہیچ یک ازیں امور نمی شد باز خلاف ازیں مسلمانہا بر نمی خواست زیر کہ ممکن بود آں حزب ریاست خواہ کہ از کار خود ممکن نہ بود دست بر دارند فوراً یک حدیث پیغمبر اسلام نسبت دہند کہ نزدیک رحلت گفت امر شما با مشوری باشند۔ علی ابن ابی طالب را خدا ازیں منصب خلع کردہ۔[2]

ترجمہ۔ بالفرض اور یہ مذکور امور میں سے اگر ایک بھی پیش نہ آتا جب بھی اس مسئلہ میں مسلمانوں کے باہمی نزاع کا تصفیہ نہ ہو پاتا کیونکہ یہ اقتدار پسند پارٹی جس کے لئے اپنے منصوبے سے دست بردار ہو جانا ممکن نہ تھا۔ فوراً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب منسوب کرتے ہوئے ایک حدیث گھڑ کر پیش کر دی کہ آنحضرت صلعم نے رحلت کے وقت فرمایا تھا کہ تمہاری امارت کا مسئلہ باہمی مشورہ سے طے ہو گا۔ علی ابن ابی طالب کو خدا نے منصب امامت سے معزول کر دیا ہے۔

---

[1] کشف الاسرار صـ ۱۱۴ [2] ایضاً

اس کے بعد خمینی جی نے صدیق اکبر و فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کا نام لے کر اپنے قلم کے تیر و نشتر کا ہدف بنایا ہے اور خوف آخرت سے بے نیاز ہو کر اپنے دل کی بھڑاس نکالی ہے۔ اور آخر میں حدیث قرطاس کا ذکر کرتے ہوئے حضرت فاروق اعظمؓ کے بارے میں لکھتے ہیں:-

"این کلام یاوہ کہ از اصل کفر و زندقہ ظاہر شدہ مخالفت است با آیاتے از قرآن کریم"

ترجمہ۔ یہ بیہودہ کلام جو کفر و زندقہ کی بنا پر ظاہر ہوا ہے آیات کلام الٰہی کے مخالف ہے۔

یہ ہے نائب امام الزماں روح اللہ خمینی اور ان کے پیش رو علمائے شیعہ کے اقوال کا نمونہ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ چند گنتی کے علاوہ تمام صحابہ منافق، مرتد، کافر، زندیق، محرف قرآن، وضاع حدیث، احکام الٰہی کے ساتھ کھلواڑ کرنے والے، اپنی جانب سے حلت و حرمت کا حکم لگانے والے، جگر گوشہ رسولؐ فاطمۃ الزہرا اور ان کی اولاد پر ظلم و جور کے پہاڑ توڑنے والے تھے (نعوذ باللہ من ہذہ الهفوات)

خمینی کے نزدیک یہ ہے تصویر اس مقدس جماعت کی جس کی تعلیم و تربیت، تزکیہ و تطہیر براہ راست رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تھی۔ جو قرآن حکیم و حدیث شریف کی اولین راوی ہے اور جو رسولؐ اور امت کے درمیان پہلی کڑی کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس جماعت کی یہ تصویر جو خمینی پیش کرتے ہیں۔ کیا اسے صحیح تسلیم کر لینے کے بعد قرآن و حدیث کی صحیح حقانیت اور سچائی قابل اعتماد رہ سکتی ہے؟ اسی لئے امام ابو زرعہ الرازی متوفی ۲۶۴ھ فرماتے ہیں:-

اذا رایت الرجل ینتقص احدا من اصحاب الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاعلم انہ زندیق لان الرسول صلی اللہ علیہ وسلم عندنا حق، والقرآن حق، وانما ادی الینا ھذا القرآن و السنن اصحاب رسول اللہ وانما یریدون ان یجرحوا شہودنا لیبطلوا الکتاب والسنۃ و الجرح بہم اولی وہم زنادقہ۔

جب تم کسی کو دیکھو کہ صحابہ کرامؓ میں سے کسی کی بھی تنقیص کر رہا ہے تو سمجھ لو کہ زندیق ہے اس لئے کہ قرآن برحق ہے۔ رسول برحق ہیں اور قرآن و سنت کو ہم تک پہنچانے والے یہی صحابہ ہیں تو جو لوگ صحابہ کو مجروح کرتے ہیں وہ قرآن و حدیث کو باطل ٹھہرانا چاہتے ہیں۔ لہٰذا خود انہیں مجروح کرنا زیادہ مناسب ہے اور یہ لوگ زندیق ہیں۔

(**بقیہ صفحہ ٦**) بہت سے شرعی مفاسد پر مشتمل ہے جن میں بلا ضرورت شرعی، غیر شوہر کی منی کا بدن میں داخل کرنا اور اجانب کو بیٹ وغیرہ (جس کو عورت کہا جاتا ہے) برہنہ کرنا۔ اور معالجہ کے زیر پردہ زنا اور فحاشی کا دروازہ کھولنا۔ اور منی کا غیر شرعی طریقہ سے انزال کرنا قابل ذکر ہیں۔ وہو الموفق

(حضرت مولانا مفتی) محمد فرید عفی عنہ
شیخ الحدیث و صدر مفتی دار العلوم حقانیہ

ایگل
ایک عالمگیر
قلم
EAGLE
خوشخط
رواں اور
دیرپا۔
اسٹیل
کی
سفید
اریڈیم ٹپڈ
نب کے
ساتھ
EAGLE
IRIDIUM
ہر
جگہ
دستیاب
آزاد فرینڈز
اینڈ کمپنی (پرائیویٹ) لمیٹڈ

دِلکش
دِلنشیں
دِلفریب
کنول لنن، صنم پاپلین
بے نظیر پاپلین
کہکشاں پرنٹس
سنگم لوسکی
مایہ ناز پاپلین
کمانڈر پاپلین
پریزیڈنٹ لان
جمال... ۳۰۰ پاپلین
جمال... ۵۰۰ لان
صنم ڈیلکس پاپلین
ہلال کارڈ
سوٹنگ
حسین
کے
پارچہ جات
حسین کے خوبصورت پارچہ جات
نہ صرف آنکھوں کو بھلے لگتے ہیں
بلکہ آپ کی شخصیت کو بھی
نکھارتے ہیں۔ خواتین ہوں یا
مرد دونوں کے ملبوسات کیلئے
موزوں۔ حسین کے پارچہ جات
شہر کی ہر بڑی دکان پر
دستیاب ہیں۔
FABRICS
خوش پوشی کے پیش رَو
حسین ٹیکسٹائل ملز
حسین انڈسٹریز لمیٹڈ کراچی
کا ایک ڈویژن

SOHRAB
PCICS LTD
پاکستان کا
نمبر
1
بائیسکل
سُہراب

مجاہد کبیر مولانا جلال الدین حقانی اور ڈاکٹر نجیب اللہ کی مکاتبت

مولانا جلال الدین حقانی دارالعلوم حقانیہ کے فاضل، سابق مدرس اور اب افغانستان کے معرکۂ کارزار میں محاذِ جنگ کے عظیم جرنیل ہیں۔ ان کی ثابت قدمی، شجاعت اور مجاہدانہ کارناموں کی پوری دنیا معترف ہے جس کی ایک جھلک روسی کٹھ پتلی ڈاکٹر نجیب اللہ اور جناب حقانی صاحب کے درمیان مکاتبت کی صورت میں نذر قارئین ہے ————— (ادارہ)

روسیوں اور کٹھ پتلی کابل انتظامیہ کی جانب سے عسکری محاذ پر مجاہدین کے خلاف ناکامی کے بعد ان کے خلاف نفسیاتی حربوں کے استعمال میں مزید شدت آگئی ہے۔ قومی مصالحتی مہم اور یک طرفہ جنگ بندی کے اعلانات اس مہم کے بنیادی عناصر ہیں۔ گذشتہ ۸ برسوں میں مجاہدین کے خلاف ان کی ناکامی کا ایک سبب، اندرونِ افغانستان لڑنے والے مجاہدین اور ان کے رہنماؤں کے درمیان باہمی اعتماد کا مضبوط رشتہ ہے جو باوجود ہر طرح کی ترغیب و تحریص، دھونس دھمکیوں اور مبنی بر لالچ، پیشکشوں کے اب تک ٹوٹنے نہیں پایا۔

مجاہدین کے مختلف معروف کمانڈروں کو براہِ راست پیشکشوں کا یہ سلسلہ گذشتہ چند برسوں سے تواتر سے جاری تھا جس میں سالِ گذشتہ کے دوران مزید شدت آگئی۔

حزب اسلامی افغانستان، جمعیت اسلامی افغانستان اور حزب اسلامی (مولوی خالص) کی تنظیمیں خصوصاً اس مہم کا نشانہ ہیں۔ حالیہ خوست، گردیز جنگ کے دوران ان کوششوں کا تسلسل اس وقت سامنے آیا جب ڈاکٹر نجیب اور سلیمان لائق (وزیر سرحدی امور) کی جانب سے پکتیا کے ایک معروف کمانڈر مولانا جلال الدین حقانی کو دام ہمرنگ زمین کی صورت میں ترغیب و تحریص کے جال میں پھانسنے کی کوشش کی گئی۔

پہلا مکتوب ۸۷ء کے وسط میں بھیجا گیا جب کہ دوسرا خوست کی جنگ سے محض چند دن پیشتر روانہ کیا گیا۔

مولانا جلال الدین حقانی افغانستان کے ان علاقائی کمانڈروں میں شامل ہیں جنہیں کابل انتظامیہ نے سزائے موت کا حکم سنایا تھا۔ دیگر کمانڈروں میں اسماعیل خان (ہرات) احمد شاہ مسعود (پنجشیر) عبدالحق (کابل) اور چند دیگر راہنما شامل ہیں۔

مولانا حقانی سے بہتر "تعلقات" استوار کرنے کی خاطر انہیں نجیب کی جانب سے "معافی نامہ" بھی بھیجا گیا ہے جو زیر مضمون میں شامل ہے۔

جانبین کے تحریر کئے گئے اصل مکتوبات پشتو میں ہیں۔ البتہ ڈاکٹر نجیب کی جانب سے بھیجے گئے "معافی نامے" کا متن

فارسی میں ٹائپ کیا گیا ہے :-

خدائے بزرگ و برتر کے نام سے

عزت مآب مولوی صاحب جلال الدین حقانی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ'

آپ کی جانب سے روانہ کیا گیا مفصل خط مجھے موصول ہو گیا ہے۔ قومی مصالحتی مہم کے بارے میں آپ کی نیت (خیالات) سے آگاہی ہوئی۔ جاری جنگ میں ہماری اور آپ کی جانب سے بے گناہ مسلمان مارے جا رہے ہیں۔ پشتونوں اور افغانوں کے گاؤں اور مکانات تباہ ہو رہے ہیں۔ اور ہمارے وطن کو نقصان پہنچ رہا ہے۔ وطن اور قوم کی بربادی کو روکنے کی خاطر ہم اپنی پارٹی کی جانب سے صلح کی ذمہ داری قبول کرتے ہیں۔ آپ اسلام کے مقدس نام کی طرف سے خاطر جمع رکھیں۔ ہماری انقلابی حکومت العیاذ باللہ لا دینی نہیں۔ وہ اسلام کے مقدس دین کو بے اعتبار اور نظروں سے گرانے کا کوئی پروگرام نہیں رکھتی۔ آئین کی دوسری شق کے مطابق اسلام کا بحیثیت دین احترام کرنا سب پر واجب ہے اور اب تو حکومت کے جاری کردہ قوانین میں اسلام کو اس کا درست مقام دینے کی ہدایات دے دی گئی ہیں۔ نیز حکومت عوام الناس کے دینی رجحان کی حوصلہ افزائی کر رہی ہے۔

روسی افواج کے محدود فوجی دستے، جب بھی صلح کے روشن امکانات دیکھیں گے تو ہم سے صلاح و مشورے کے بعد افغانستان سے چلے جائیں گے۔ واضح رہے کہ روسی دستے افغانستان میں بیرونی مداخلت کو ختم کرنے آئے ہیں تاکہ افغانستان جلد ہی ایک مستقل، آزاد اور غیر جانب دار مملکت بن جائے۔ وہ دن دور نہیں جب حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہو گی اور جھوٹا پروپیگنڈہ کرنے والے اپنے کئے پر شرمسار ہوں گے۔

میرے نمائندے محترم استاد سلیمان لائق جنہیں آپ سے ملاقات کی ذمہ داری سونپی گئی ہے آپ کو دیگر تفصیلات سے آگاہ اور نیک نیتی کا مکمل یقین دلا دیں گے۔

مہربانی فرما کر مکمل اعتماد کے ساتھ ہم سے ملاقات کے لئے تشریف لائیں۔

ہم غدار نہیں ہیں۔ آپ یہ بات جانتے ہیں، جب ہم آپ سے گفتگو کے نتیجے میں کسی حل تک پہنچ جائیں گے تو یہ جنگ بند کر دی جائے گی اور پھر ہم وطن کی تعمیر کے سلسلے میں باہم صلاح و مشورہ کرتے رہیں گے۔

ہم آپ کو آپ کی شخصی حیثیت اور عزت برقرار رکھنے کا مکمل یقین دلاتے ہیں۔ اور خدائے بزرگ و برتر کے فضل سے عزم کرتے ہیں کہ ایک خوش حال، پاک، تقویٰ کی حامل اسلامی مملکت تشکیل دیں گے۔ ایسی مملکت، جہاں انسانی حقوق، حفظ ناموس اور شرافت کا دور دورہ ہو۔

(ڈاکٹر نجیب اللہ)

(د ا ر غ / د ، ک د سیکریٹری جنرل)

جناب ڈاکٹر نجیب والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ۔

آپ کا خط بمعہ تفصیلی نکات کے موصول ہوا۔ مجھے اس بات پر اطمینان ہے کہ ہماری جانب سے لکھے گئے مکتوبات سے آپ ہمارے اصل مقاصد واضح طور پر سمجھ جائیں گے۔ آپ کے خط کے جواب میں ہمارا موقف درج ذیل ہے:۔

آپ ایک طویل مدت سے کمیونزم، سوشلزم (اشتراکیت) لادینیت، الحاد، دہریت اور لینن ازم کے وکیل بنے ہوئے ہیں۔ اور مذکورہ بالا افکار کی ترویج میں آپ نے طویل جدوجہد کی ہے۔ اس ضمن میں لوگوں کو اپنی جانب راغب کرنے کے لئے بھرپور کوششیں نہایت ماہرانہ انداز میں، خاد کی سربراہی اور دیگر ذمہ دار عہدوں پر فائز رہتے ہوئے انجام دی ہیں۔ اور اس راہ میں اپنے تئیں بے دریغ "قربانیاں" بھی دی ہیں۔

ان کوششوں کے نتیجے میں افغانستان کی مسلمان امت اور مجاہدین کی بڑی تعداد اپنے جگر گوشوں، بھائیوں اور والدین سے محروم ہو چکی ہے۔ لاکھوں معصوم بچے اپنے بے گناہ والدین کو ہمیشہ کے لئے کھو چکے ہیں۔ دس لاکھ سے زائد مسلمان آپ کی "برکات" سے فیض یاب ہو کر روسیوں کے ہاتھوں قتل ہو چکے ہیں۔ جب کہ ۵۰ لاکھ سے زائد پردیس میں جلاوطنی کے کربناک شب و روز گزار رہے ہیں۔ ۲۰ لاکھ سے زائد خود اپنے وطن کے اندر گھر سے بے گھر ہو کر ہجرت کی راتیں بتانے پر مجبور ہیں۔

آپ کے "وعدوں" کے طفیل افغان ملت گھر کی جگہ قبر اپنانے، کپڑوں کی جگہ کفن پہننے اور روٹی کی جگہ مٹی پھانکنے پر مجبور ہوئی ہے۔ آپ کے یہ اعمال آپ کے موجودہ دعووں کی نفی کرتے ہیں۔ یہ اتنی معمولی بات نہیں اور نہ ہی خواب و خیال کی باتیں ہیں۔ کہ کسی عملی کوشش کے بغیر آپ اپنا راستہ ہموار کر سکیں۔

یہ بات تو ہم بھی سمجھتے ہیں کہ جس دن افغانستان میں سرخ استعمار کی حامی حکومت مستحکم ہو جائے گی اسی دن روسی واپس لوٹ جائیں گے۔ انہیں اس کے سوا اور چاہیئے بھی کیا؟ یہاں تو وہ سخت پریشانی کے عالم میں روز و شب کاٹ رہے ہیں۔ اگر وہ اپنی وحشت اور الحاد کی بدولت ایک مستحکم حکومت تشکیل دینے میں کامیاب ہو گئے تو پھر افغانستان ترمیم شدہ روسی نقشے کے مطابق ان کا گھر بن جائے گا۔ اور اپنے ہاتھ سے تعمیر کردہ گھر میں وہ کسی بھی وقت واپس لوٹ سکتے ہیں۔ پھر وہ اطمینان سے اپنے لگائے ہوئے درختوں سے پھل سمیٹتے رہیں گے۔

اس سے پیشتر میں نے آپ کی جانب سے افغانستان میں کمیونزم کے نفاذ کی کوششوں کا ذکر کیا ہے۔ لیکن اب بھی آپ کے لئے اسلام کی خدمت کے راستے بند نہیں ہوئے۔ راستے بہت ہیں اگر آپ انہیں تلاش کرنا چاہیں۔

مجھے تعجب ہے کہ آپ نے تو اپنے اختیار کردہ راستے پر پورے غور و فکر سے قدم دھرا اور اشتراکی عقیدہ اختیار کیا ہوگا۔ آپ تو روسیوں سے "دوستی"، کمیونسٹوں کے طور طریقے اپنانے اور اسلام کو مٹانے کے لئے "قربانیاں" دینے کا ایک طویل ماضی رکھتے ہیں۔ پھر آخر کیسے آپ نے نام نہاد آئین کی دوسری شق میں اسلام کی، بحیثیت دین تضمین پر رضامندی ظاہر کی؟ اور کیا محض اس شق کی بدولت روسیوں کے مظالم، ستم، وحشت اور کئے دھرے سے نظریں پھیرنا ممکن ہے

پشتو کی مثال ہے کہ سورج کو دو انگلیوں کی اوٹ میں نہیں چھپایا جا سکتا۔ روسی بھیڑیئے ہماری اور ساری دنیا کی نگاہوں میں قابلِ نفرت ہیں۔ وہ آپ کو بھی ایسے ہی نظر آئیں گے۔ بشرطیکہ حقیقت کی نگاہوں سے، اپنے وطن کے احوال پر نظر ڈالی جائے اور اگر نہیں تو پھر آپ کی آنکھوں، کانوں اور دماغ کے علاج کی ضرورت ہے۔

یہ کوئی خواب نہیں بلکہ جاگتی آنکھوں کی کھلی حقیقت ہے کہ روسی افغانستان میں کس نیت سے آئے ہیں۔ افغانستان کے مسلمان مجاہدین K، G، B یعنی سرخ سامراج کے مقابلے میں سر پہ کفن باندھے، ہاتھ میں بندوق تھامے صرف خدا کو پکارتے ہیں۔ وہ ایک ہاتھ میں تلوار اور دوسرے ہاتھ میں قلم تھامے جہاد بالسیف اور جہاد بالقلم دونوں میں یکساں مصروف ہیں۔

جہاں تک ظاہر شاہ اور ان کے حواریوں کا تعلق ہے تو چاہے وہ امریکی قمیص اور روسی پتلون زیبِ تن فرما کر (امریکہ اور روس کی باہمی رضامندی) کسی بھی بہروپ میں افغانستان میں قدم رنجہ فرمانے کی کوشش کریں۔ ہم ہر حال میں ان کی حقیقت کو پہچان لیں گے۔ کیونکہ انہوں نے ہی گلشنِ وطن میں نرم پھولوں کی جگہ نوکیلے کانٹے بوئے ہیں۔ اب وہ ایک بار پھر ہمیں کسی بیرونی طاقت کے ہاتھ فروخت کر دینا چاہتے ہیں۔ ویسے بھی دوسروں کے روزوں پر عید منانا، روسیوں اور ظاہر شاہ خانوادے کی پرانی عادت ہے۔

کیا آپ کو گذشتہ ۸ برس کے دوران خود اپنے بزرگوں اور کمیونزم کے استادوں کے ساتھ بیتی ہوئی داستان یاد نہیں؟ کیا آپ کو یاد نہیں کہ ۱۹۷۸ء کے آخری مہینوں میں جب آپ (نجیب) کارمل، نور احمد اور دوسرے افراد مختلف ممالک میں بطورِ سفیر تعینات کئے گئے تو کچھ عرصے بعد روسیوں کی انگیخت پر کابل ریڈیو، ٹیلی ویژن اور اخبارات و جرائد نے آپ سب پر سی آئی اے کے جاسوس ہونے کا الزام عائد کیا تھا۔ عین اسی دوران ترہ کی نے بھی قومی مصالحت کا اعلان کیا تھا پھر جب آپ کے بزرگ روسیوں کی درپردہ حمایت کے سبب اپنے انجام کو پہنچے تو نئے آنے والے امین نے بھی قومی مصالحت کے اعلان میں اپنی عافیت جانی، لیکن اسے مہلت نہ مل پائی۔

جلد ہی قصرِ دارالامان میں روسیوں کی مرضی سے امین کے جسم کا گوشت اور ہڈیاں خاک میں ملا دی گئیں۔ پھر کارمل نے آشتی ملی کے اعلان کے ساتھ بعض دکھاوے کی مذہبی رسومات کا اجرا کیا۔ اس نے قیدیوں کو بھی رہائی دینے کا اعلان کیا۔ جونہی کارمل کو پل چرخی کے تاریک زندان میں دھکیل دیا گیا۔ تو آپ نے اپنے سابقہ بزرگوں کی پیروی میں وہی راگ الاپنا شروع کیا۔ اور اب آپ کی باری ہے اور جلد ہی آپ کو موت یا جیل میں سے کسی ایک کا انتخاب اپنے با اعتماد دوستوں (روسیوں) کی مدد سے کرنا پڑے گا۔

یہ بتایئے کہ آپ کے بعد سید محمد گلاب زوئی اور سلطان علی کشتمند قومی مصالحت کا اعلان کریں گے؟ تکرار سے الاپے جانے والے نام نہاد قومی مصالحت کے راگ ہائے گوناگون، اندرون اور بیرونِ افغانستان آپ کے لئے باعثِ شرم ہیں۔ اب آپ کو چاہئے کہ گفتگو کے اصل نکات کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ ☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اگر آپ سنجیدگی سے اسلام، وطن اور ملت کی خدمت اور کمیونسٹی افکار کو پیروں تلے روندنے کے خواہشمند ہیں تو مندرجہ ذیل شرائط قبول کیجئے۔

۱۔ خود کو افغان ملت اور اسلام کے علمبرداروں کے حوالے کر دیں اور ان کے فیصلوں کو بے چون وچرا تسلیم کریں۔ کیونکہ یہی وہ راہ نجات ہے جس کی جانب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے "اسلام، تسلیم کا نام ہے" کہہ کر اشارہ کیا ہے۔

۲۔ کوئی بھی طریقہ اختیار کر کے روسیوں کو بلاقید و شرط انخلاء پر مجبور کر دیجئے اور انہیں نکال باہر کیجئے۔

۳۔ آپ کے ہاں جو مرتد عناصر اور کمیونزم کے فلسفے پر انحصار رکھنے والے لوگ ہوں، انہیں قتل کرا دیجئے۔

۴۔ کسی ایک اہم علاقے خوست، گردیز یا ارگون کو مرکز قرار دے کر وہاں فوجی کاروائیاں بند کر دیجئے۔

جونہی آپ کی جانب سے مذکورہ بالا اقدامات کئے جائیں گے۔ ہم آپ سے ملنے اور گفتگو کرنے پر غور کریں گے یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر مذکورہ بالا اقدامات کے حوالے سے آپ کو کسی مدد کی ضرورت ہوئی تو کیا ہو گا؟ اگر ایسا ہوا تو بوقت ضرورت ہم آپ کے ساتھ مکمل تعاون اور آپ کے دفاع کی جنگ لڑیں گے۔ ہم اقتدار یا وزارتوں کے بھوکے نہیں لیکن ہم کسی سرخ پوش کمیونسٹ یا شاہی کلاہ کے حامل کو بھی اقتدار پر بیٹھتے دیکھ کر آنکھیں بند نہیں کر سکتے۔ ہم راہ شہیداں میں جذب ہوئے لہو سے آنکھیں نہیں پھیر سکتے۔ کیا آپ کو علم ہے کہ افغان مجاہدین اپنے وطن کی قسمت اپنے گرم لہو سے سنوار رہے ہیں کیونکہ یہ حق اور باطل کی جنگ ہے۔

حقانی

مسمی جلال الدین حقانی ولد فتح خان ساکن زوران کے بارے میں بمطابق فیصلہ نمبر (۱) بتاریخ ۱۳۶۵/۴/۳۰ محکمہ اختصاص انقلابی کی جانب سے قتل کا حکم جاری کیا گیا تھا۔ یہ فیصلہ نئے آئین کی دفعہ ۵۰ کی ذیلی دفعہ ۸ کے تحت منسوخ کیا جاتا ہے اور انہیں معاف کرنے کا اعلان کیا جاتا ہے۔

ڈاکٹر نجیب اللہ

صدر جمہوریہ افغانستان (مہر)

ڈاکٹر نجیب اللہ کی جانب سے مولوی جلال الدین حقانی کو سلام

بات یہ ہے کہ میں نے آپ کے سوا کسی بھی دوسرے فرد کے ساتھ قلمی تعلقات نہیں رکھے ہیں نے وطن اسلام اور غیرت کی خاطر آپ کو معافی نامہ ارسال کیا ہے۔

محترمی! بات یہ ہے کہ اب ہمارے وطن میں بھڑکتے شعلوں کو بجھ جانا چاہیئے۔ اسی لئے ہمارا اور آپ کا ملنا خواہ وہ کہیں بھی ہو نہایت ضروری ہے۔ یہ ملاقات آپ کے لئے بڑے فوائد کا باعث ہو گی۔ آپ جو کچھ چاہتے ہیں میں آپ کو دینے پر آمادہ ہوں۔ ہم، آپ زدران کی پگڑیاں نیچی کرنا نہیں چاہتے۔

ہماری حکومت اب نئے علاقوں کے بارے میں کچھ عزائم رکھتی ہے۔ ہم ست کنڈو، درہ، برام خیل، سپیرہ ڈسٹرکٹ

کے علاقے دوبارہ آباد کرنا چاہتے ہیں۔ البتہ جب ہم اور آپ ایک جگہ مل بیٹھیں گے تو ان پر بھی گفتگو ہو جائے گی۔ ملاقات کی اس پیشکش میں کسی قسم کی کوئی چال نہیں ہے۔ آپ دل میں کسی قسم کا کوئی وسوسہ نہ رکھیں۔ اور اگر آپ کسی قسم کی ہچکچاہٹ محسوس کرتے ہیں تو میں ملاقات سے قبل اپنے ۲۰-اہم وزراء اور اعلیٰ عہدے دار، آپ کے پاس بطور یرغمال چھوڑنے کے لئے تیار ہوں۔ آپ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے۔ یہ خط میں پکتیا کے گورنر کے اصرار پر لکھ رہا ہوں۔ ہمارا فوجی کنوائے سٹ کنڈو کے سر پہ کھڑا ہے۔ ۱۵ قوس (۶ دسمبر) سے ہم نے گولہ باری اور بم باری بند کی ہوئی ہے کیونکہ ہم یہ مسئلہ گفتگو سے حل کرنا چاہتے ہیں۔ اگر ایسا ہو گیا تو ہم فوجی کنوائے واپس بلا لیں گے۔ بات یہ ہے کہ حکومت بڑی مقدار میں ہر قسم کا اسلحہ رکھتی ہے۔ جس کو استعمال کرنے کی ابھی تک میں نے اجازت نہیں دی۔

اس خط کا جواب جلد از جلد دیں۔ یہ خط ٹائپ نہیں کیا جا سکا۔ کیونکہ وقت نہیں تھا۔ جتنی جلدی جواب روانہ کر سکیں اتنا ہی اچھا ہو گا۔ یہ خط تحریر کر دینے سے حالات کے بگڑنے اور زوران کے علاقے کی بیواؤں اور یتیموں کی ذمہ داری اب میرے بجائے آپ کے کاندھے پر ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ جن قیدیوں کو آپ رہا کروانا چاہتے ہیں ان کے بارے میں کوائف روانہ کر دیں۔ میں سب کو رہا کر دوں گا۔ خط کا جواب جلد از جلد دیں۔

(۱۵-۹-۱۳۶۶ – (۶-۱۲-۱۹۸۷ء)

جناب ڈاکٹر نجیب اللہ اور دیگر افراد کے لئے احترامات۔

بعد از احترامات! آپ کے مکتوبات مجھ تک پہنچے۔ اور میں ان میں تحریر شدہ کے مطالب سے آگاہ ہوا۔ آپ نے میرے بارے میں فیصلہ نمبر ا جو ۳۰/۴/۱۳۶۵ (۲۱ جولائی ۸۶ء) کو بطور سزائے موت جاری کیا تھا، اس کی تنسیخ کا حکم نامہ جو ۱۱/۹/۱۳۶۶ (۲ دسمبر ۸۷ء) کو آئین کی جلد ۳ دفعہ ۷۵ اور ذیلی دفعہ ۸ کے تحت جاری کیا گیا۔ فوٹو کاپی کی صورت میں مجھے وصول ہوا۔

آپ کا یہ معافی نامہ میرے لئے اور اسلام اور وطن کے سامنے قطعی ہیچ ہے۔ اور کوئی قیمت نہیں رکھتا۔ کیونکہ راہ اسلام میں شہادت کا حصول میرے لئے وجہ افتخار ہے۔

روسی استعمار کے زیر سایہ رہنا، خواہ وہ کتنا ہی منفعت زا اور مادی سہولیات سے لبریز ہو میرے لئے دنیا اور آخرت میں طوق لعنت اور بے عزتی ہے۔

آپ نے تحریر کیا ہے کہ وطن میں بھڑکتے لہو کے شعلوں کو ٹھنڈا ہو جانا چاہیے۔ یہ ایک اچھی بات ہے لیکن کیا آپ نہیں جانتے کہ لہو کا یہ سیلاب روسیوں کے جلو میں آنے والے کمیونزم کے مظالم کے سبب بہنا شروع ہوا ہے۔ اگر آپ اتنی قوت اور صلاحیت رکھتے ہیں کہ کمیونزم کا خاتمہ کر سکیں تو پھر لہو کے یہ شعلے دھیمے پڑ جائیں گے۔

آپ نے یہ بھی لکھا ہے کہ آپ زوران کی پگڑیاں نیچی کرنا نہیں چاہتے۔ حالاں کہ کئی مرتبہ روسی طیاروں کی ہوائی اور

توپ خانے کی زمینی بمباری کے نتیجے میں سینکڑوں بے گناہ معصوم بچوں، بیواؤں اور یتیموں کو اپنے ہی تباہ شدہ گھروں کے ملبے تلے کچل دیا گیا اور بچے کھچے افراد کی فصلیں اور مال مویشی تباہ کر کے انہیں ہجرت پر مجبور کر دیا۔ اب زوران کی پگڈنڈیاں مزید کس حوالے سے بلند کرنا چاہتے ہیں۔ زوران کی عورتوں کو بیوہ اور بچوں کو یتیم کرنے کی ذمہ داری آپ کی گردن پر ہے۔

قیدیوں کے بارے میں اتنا لکھ سکتا ہوں کہ اسلام کے نام پر گرفتار ہونے والے تمام افغانستان کے قیدی ہمارے اپنے بھائی ہیں۔ اور اگر آپ کی مراد خاص پکتیا یا زوران سے تعلق رکھنے والے قیدیوں سے ہے تو صرف ان کی رہائی کی کوئی ضرورت نہیں اور انہیں قید ہی رکھیں۔

میں آپ کی جانب سے مندرجہ ذیل شرائط کو ماننے کی صورت میں آپ سے گفتگو کے لئے تیار ہوں۔

۱۔ زوران کے علاقے میں آپ کی اور روسیوں کی جانب سے بھیجا گیا کنوائے فوراً واپس لوٹ جائے۔

۲۔ وہ تمام افراد جنہیں ہم ملازم سمجھتے ہوئے، ان کی فہرست مرتب کریں۔ انہیں بطور یرغمال ہمارے حوالے کیا جائے اس کے بعد ہی ہماری اور آپ کی ملاقات ممکن ہو سکے گی۔

آپ کے لئے حالات مساعد ہیں کہ آپ اس بے ہوشی کی کیفیت اور عالم خواب سے چھٹکارا پائیں اور سرخ استعمار کے سحر سے خود کو آزاد کروائیں۔

جلال الدین حقانی

از مولانا مفتی غلام الرحمٰن صاحب
فاضل و مدرس دارالعلوم حقانیہ

ٹیسٹ ٹیوب بے بی کی شرعی حیثیت

ٹیسٹ ٹیوب بے بی کا مسئلہ موجودہ حالات میں گہری علمی توجہ اور ہمہ پہلو ریسرچ و تحقیق کی اہمیت کا حامل ہے۔ کسی بھی علمی موضوع پر بحث و تحقیق واقعات و حقائق کے تجسس اور دلائل و شواہد پر جس قدر بھی غور و فکر کیا جائے متعلقہ موضوع کے اہم مستور گوشے، نئے زاویے اور بحث سے متعلق کئی نئے اور مفید پہلو بھی سامنے آتے رہتے ہیں لہٰذا اگر اہل علم اور ارباب فکر و نظر ادھر توجہ مبذول فرما کر قلم فرسائی کریں گے تو ادارہ اسے بڑی اہمیت سے الحق کے صفحات میں شائع کرے گا۔ (ادارہ)

نیک اور صالح اولاد انسان کی زندگی کا سب سے قیمتی اور گراں مایہ سرمایہ ہے اولاد والدین کے لئے صرف دنیاوی عزت و افتخار کا ذریعہ ہی نہیں۔ بلکہ اخروی سعادت اور نجات کے لئے بھی بہترین توشہ ہے۔ اسلام میں اولاد کی زیادتی پر کوئی پابندی نہیں۔ افرادی قوت کے اضافہ کے لئے اسلامی تعلیمات میں نکاح کی بار بار ترغیب دلائی گئی ہے۔ پھر ایسی عورت سے نکاح کرنے کو ترجیح دی گئی ہے۔ جو عورت زیادہ بچے جنے۔ حضرت معقل بن یسار رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

تزوجوا الودود الولود فانی مکاثر بکم الامم۔
(ابوداؤد، نسائی)

تم ایسی عورت سے نکاح کرو جو اپنے خاوند سے محبت کرنے والی ہو جو زیادہ بچے پیدا کرنے والی ہو کیونکہ میں دوسری امتوں کے مقابلہ میں تمہاری کثرت پر فخر کروں گا۔

یہی وجہ ہے کہ ضبط تولید (FAMILY PLANNING) کی تحریک جب چلی تو علمائے حق نے اس بے مقصد اور بے فائدہ تحریک کی شدید مخالفت کی۔ بحیثیت مسلمان ہونے کے ہمارا عقیدہ ہے کہ اولاد کا دینا یا نہ دینا اللہ کی قدرت کا کرشمہ ہے۔ اسباب اور وسائل اور ذرائع کا حصول اور استعمال اپنی جگہ ضروری اور مسنون ہے مگر اولاد جیسی نعمت

عظمٰی کے حصول کا توقف اور دارومدار مشیت الٰہی پر موقوف ہے۔ قرآن مجید میں اس حقیقت کو یوں واضح کیا گیا ہے۔

لله ملك السموات والارض يخلق ما يشاء يهب لمن يشاء اناثا و يهب لمن يشاء الذكور او يزوجهم ذكرانا و اناثا و يجعل من يشاء عقيما انه عليم قدير (حم شوریٰ)

اللہ ہی کی ہے سب سلطنت آسمانوں کی اور زمینوں کی وہ چاہتا ہے جو پیدا کرتا ہے۔ جس کو چاہتا ہے بیٹیاں عطا کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے بیٹے عطا فرماتا ہے۔ اور یا ان کو جمع کر دیتا ہے۔ یعنی بیٹے اور بیٹیاں دونوں دے دیتا ہے۔ اور جس کو چاہے بے اولاد رکھتا ہے بے شک وہ بڑا جاننے والا اور بڑی قدرت والا ہے۔

اس آیت کی رو سے اولاد کے اعتبار سے افراد انسانی چند اقسام میں منقسم ہیں

ا۔ ایسے افراد جن کو اللہ تعالیٰ بیٹیاں دیتا ہے جیسا کہ انبیاء میں حضرت لوط علیہ السلام اور حضرت شعیب علیہ السلام کی صرف بیٹیاں تھیں ان کا کوئی بیٹا نہیں تھا۔ حضرت لوط ؑ کی تین یا دو بیٹیاں (زینا اور زعورا) اور حضرت شعیب ؑ کی دو (لیا، صفوریا) بیٹیاں تھیں۔

ب۔ ایسے افراد جن کو بیٹے دے کر بیٹیوں سے محروم کرتا ہے جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو صرف بیٹے دیئے تھے کوئی بیٹی نہیں تھی۔ امام قرطبی لکھتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے آٹھ بیٹے تھے۔ اسماعیل۔ اسحاق۔ مدین۔ مدائن۔ نعشان۔ زمران۔ نشیق۔ اور شیوخ۔

ج۔ ایسے افراد جن کو بیٹے اور بیٹیاں دونوں دے کر دونوں نعمتوں سے نوازتا ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے چار بیٹیاں زینب رضؓ۔ رقیہ رضؓ۔ ام کلثوم رضؓ اور فاطمہ رضؓ اور تین یا چار بیٹے بھی دیئے (قاسم رضؓ۔ طاہر رضؓ وطیب رضؓ اور ابراہیم رضؓ)

د۔ آخر الذکر وہ قسم ہے جن کو اللہ تعالیٰ ہر دو نعمتوں سے محروم کر دیتا ہے۔ انبیاء علیہ السلام میں حضرت یحیٰ اور حضرت عیسٰی علیہ السلام ایسے انبیاء ہیں۔ جو اولاد سے محروم رہے۔

اگرچہ نوع انسانی کے یہ تمام اقسام معاشرہ کے عام افراد میں پائے جاتے ہیں لیکن انبیاء کے تذکرہ سے مقصد یہ ہے کہ نبی ہونے کے باوجود بیٹے یا بیٹی سے محروم ہونے میں یہ سبق ہے کہ یہ اختیار اللہ کے قبضہ میں ہے۔ وہی رب ہے جو سب کچھ کرنے والا ہے کسی کو بیٹوں کے دائرے میں محبوس کر دیتا ہے تو وہ بیٹی کے لئے ترستا ہے اور کسی کی زندگی بھر کی تمنا ایک بیٹی ہوتی ہے۔ سب کچھ قربان کرنے کے لئے تیار ہوتا ہے۔ لیکن مرنے تک یہ آرزو پایہ تکمیل تک نہیں پہنچتی۔ عربی میں

اسے "عقیم" اور اردو میں بانجھ کہتے ہیں۔

بانجھ پن کے اسباب | بحیثیت مسلمان ہونے کے ہمارا عقیدہ ہے کہ تمام وسائل بروئے کار لانے کے باوجود اولاد کا نہ ہونا مشیت الٰہی کا نتیجہ ہے۔ ممکن ہے کہ میاں اور بیوی میں ہر لحاظ سے صلاحیت موجود ہو۔ لیکن جب اللہ کا ارادہ نہ ہو۔ تو دنیا بھر میں گھومنے کے باوجود خواہ بہتر سے بہتر علاج ہی کیوں نہ کرالے۔ محروم ہمیشہ کے لئے محروم رہے گا۔

اس باطنی اور حقیقی سبب کے علاوہ "اہل طبائع" کے نزدیک کچھ ظاہری اسباب اور عوامل کا بھی اثر رہتا ہے۔ اگرچہ امام رازی نے تفسیر کبیر میں اس کا سختی سے انکار کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ کسی نطفہ میں بچے کی پیدائش کی صلاحیت اللہ کی قدرت کاملہ کا نتیجہ ہے۔ طبعی اسباب کے لئے اس میں کوئی دخل نہیں۔ لیکن زیر نظر مسئلہ پر بحث کرنے کے لئے ہمیں ان طبعی اسباب کو مدنظر رکھنا ہوگا۔ تاکہ اصل مسئلہ کے فہم میں کوئی دشواری نہ رہے۔ جملہ ضروری اور موقوف علیہ امور اور وسائل و ذرائع کے اختیار کر لینے کے باوجود اولاد نہ ہونے کے لئے چند عوارض ہو سکتی ہیں۔

ا۔ ممکن ہے کہ مرد کے مادہ تولید یعنی نطفہ میں وہ صلاحیت موجود نہ ہو جس سے بچہ پیدا ہو

ب۔ یہ بھی ممکن ہے کہ یہ قصور عورت کی طرف سے ہو۔ عورت میں قصور ہونے کے مختلف اسباب ہیں۔ کبھی مادہ تولید میں صلاحیت نہیں ہوتی۔ کبھی مادہ تولید میں صلاحیت تو موجود ہوتی ہے۔ لیکن "رحم" میں استقرار کی طاقت نہیں ہوتی جس کی وجہ سے نطفہ مقررہ مدت تک "رحم مادر" میں نہیں رہ سکتا۔ انفرادی نقصان کی علامت یہ ہوتی ہے کہ اگر اس جوڑے کے درمیان جدائی ہو جائے۔ تو کسی ایک طرف کے ذی صلاحیت ہونے کی صورت میں کسی دوسرے ذی صلاحیت فرد سے رشتہ ہو جانے کے بعد بچہ پیدا ہوتا ہے۔ موجودہ دور میں یہ پہچان مشین کے ذریعہ آسان ہے۔

ج۔ ممکن ہے کہ ہر دونوں جانب قصور کی وجہ سے عمر بھر بچے کی نعمت سے یہ جوڑا محروم رہے۔ جوڑے کی تبدیلی کے باوجود کسی ایک طرف سے ثمر آور ہونے کی امیدیں بہت کم ہوتی ہیں۔

بانجھ پن کے علاج کی ممکنہ صورتیں | یہاں پر یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ "ٹیسٹ ٹیوب بے بی" سے یہ غلط فہمی نہیں ہونی چاہیئے کہ اس علاج کے ذریعہ بانجھ پن کی تمام صورتوں کا علاج ممکن ہے۔ اور ہر ایک محروم جوڑے کی ناامیدی غلط ثابت ہوئی ہے۔ ہمارے ہاں سب سے پہلے یہ تجربہ گیارھویں مرتبہ کامیاب ہوا ہے۔ گویا متعلقہ ڈاکٹروں کی انتھک کوششوں کے باوجود اگر ایک سو بیماروں کا علاج کیا گیا ہے۔ تو اس میں صرف دس افراد کے بارے میں حوصلہ افزائی ہوئی ہے اور باقی نوّے فیصد میں ناکامی ہوئی۔ اس قلیل اندازے میں کامیابی سے یہ نشاندہی ہوتی ہے کہ بعض صورتیں ابھی تک لاعلاج ہیں۔ بہرحال مرد یا عورت کی جانب سے قصور کی صورت میں علاج کی چند صورتیں ہیں۔

ا۔ مرد کے مادہ تولید میں ضعف کا علاج ہو جائے یا متضاد مادہ کی علیحدگی کے لئے علاج کیا جائے تاکہ اصلاح کے بعد اس سے مطلوبہ نتائج برآمد ہوں۔ از روئے شرع یہ عام علاجوں کی طرح ایک علاج ہے۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔

ب ۔ ایسا ہی عورت کے قصور کی صورت میں اگر کوئی نقص مادہ تولید میں ہو تو مادہ تولید کی اصلاح کے لئے کوئی دوائی کھانا یا کھلانا جائز اور مشروع ہے ۔

ج ۔ لیکن عورت میں قصور کی صورت میں اگر یہ نقص "رحم" میں ہو یعنی "رحم مادر" میں استقرار کی صلاحیت موجود نہ ہو تو اس صورت میں بھی اگر عورت ایسی دوائی کھائے جس سے رحم میں امساک اور استقرار کی صلاحیت پیدا ہو جائے بظاہر یہ علاج بھی ممنوع نہیں ۔ بلکہ دوسرے علاج کی طرح یہ بھی مشروع ہے ۔

ٹیسٹ ٹیوب بے بی کا طریقہ علاج "ٹیسٹ ٹیوب" کے ذریعہ آخر الذکر بیماری کا علاج دریافت کیا گیا ہے کہ مرد اور عورت دونوں کے "مادہ تولید" میں بچے کی صلاحیت موجود ہو لیکن "رحم مادر" میں امساک اور استقرار کی صلاحیت نہ ہونے کی وجہ سے بچے کی پیدائش نہ ہو ۔ جدید تحقیقات کی روشنی میں یہ طریقہ علاج ایجاد کیا گیا ہے کہ مرد اور عورت دونوں کے نطفہ کو ملا کر ایک خاص ترتیب کے بعد عورت کے پیٹ میں ایک خالی جگہ میں معمولی اپریشن کرنے کے بعد رکھ دیا جاتا ہے متعلقہ ضروریات پہنچانے کے بعد مقررہ مدت میں یہ مادہ تدریجی ادوار طے کرنے کے بعد بچہ بن جاتا ہے ۔

"مشرق میگزین" ۲۳ اکتوبر ۱۹۸۷ء کے ایک جائزہ کی "تجرباتی رپورٹ" سے اس طریقہ علاج کی نشاندہی ہوتی ہے جیسا کہ اخبار لکھتا ہے :-

"آج سے آٹھ سال قبل نیوزی لینڈ کی ایک ۲۷ سالہ عورت مارگریٹ نے مئی ۱۹۷۹ء میں ایک پانچ پونڈ کی تندرست بچی کو جنم دیا اس بچی کی پیدائش معمول کے مطابق نہ تھی ۔ چونکہ اس عورت کا جسمانی نظام بچہ پیدا کرنے کی صلاحیت سے عاری تھا اس لئے اس کے شوہر کو نطفہ لیبارٹری میں "پیٹری ڈش" تکنیک کے ذریعہ "امبریو" کی شکل دے کر اس کی پرورش اس کے بطن میں کی گئی ۔ جہاں اس بچے نے بغیر "یوٹیرس" کی مدد سے تمام غذائیت حاصل کی ۔ اور پروان چڑھ کر اپنے دن پورے کئے ۔ بچے کی پیدائش اپریشن کے ذریعہ ہوئی تھی ۔

یہ طریقہ علاج دن بدن متعارف ہو رہا ہے ۔ ایک اندازے کے مطابق اس وقت تین ہزار بچے ایسے ہیں جو اس جدید طریقہ تولید کی برکت سے پیدا ہوئے ہیں ۔ اور پاکستان بھی ان ممالک کی صف میں شامل ہو گیا ہے جو اس طریقہ کار کے مطابق صف اول میں ہیں ۔

بعض سادہ لوح احباب بھی جدت پسند ہیں جو بغیر کسی تحقیق کے حکم لگانے کے قائل ہیں ۔ چنانچہ ہمارے چند معزز ڈاکٹروں کے حوالے سے کچھ روز قبل یہ تجزیہ شائع ہوئی کہ :-

"ٹیسٹ ٹیوب بے بی کسی مرتبان یا ٹیسٹ ٹیوب میں نہیں بلکہ ماں کے جسم میں ہی پروان چڑھتی ہے اور اس کا نام ٹیسٹ ٹیوب نہیں ہونا چاہئیے ۔ یہ ایک طریقہ علاج ہے ۔ اس کے اسلامی یا غیر اسلامی پر بحث ہونے کی کوئی ضرورت نہیں اگر یوں شتر بے مہار کی طرح علاج کو بھی چھوڑ دیا جائے ۔ تو معلوم نہیں فائدے کی جگہ اس کے نقائص کیا ہوں گے ؟

اگرچہ اس تجربہ کی رو سے اس جدید عمل تولید میں میاں اور بیوی کے مادہ تولید سے کام لیا گیا ہے لیکن کیا اس کی کوئی ضمانت موجود ہے۔ کہ یہ عمل صرف میاں بیوی تک ہی محدود رہے گا۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ بطور ترقی کے اس تجربہ کو اور بھی وسعت دی گئی ہے جس میں اب میاں بیوی کی تمیز باقی نہیں رہی۔ بلکہ عمدہ اور حسین نسل کے تخم کو حاصل کیا جا رہا ہے۔ اور معلوم نہیں کہ آئندہ اس کو کہاں تک لے جانے کا امکان ہے۔ العیاذ باللہ۔ اور امکانی صورتوں کو مدنظر رکھ کر اس عمل کو دیکھا جائے تو اس کے بہت سے خطرناک نتائج کی نشاندہی بھی ہوتی ہے۔ اور ممکن ہے کہ یہ نتائج کسی وقت بھی محض امکان کی جگہ ایک حقیقت واقعیہ کی صورت اختیار کر لیں اصل مسئلہ کے حکم بیان کرنے سے قبل ایک مقدمہ بطور تمہید پیش خدمت ہے۔

سد ذرائع اور اسلام

اسلامی نقطہ نظر سے کسی شے کے حکم میں اس کے اسباب و عوامل، طریقہ کار یا نتائج کا بہت زیادہ اثر رہتا ہے۔ اسلام کسی شے کی عارضی اور وقتی مصلحت کو دیکھ کر عجلت پسندی کے فیصلے کا حامی نہیں اسلام چونکہ دائمی اور ابدی دین ہے اس لئے اس میں موجودہ اور آئندہ ہر دور میں ہر حالت کی امکانی صورتوں کو مدنظر رکھ کر حکم دیا جاتا ہے ممکن ہے بہت سے امور بظاہر اچھے اور خوبصورت ہوں بظاہر اس میں کوئی قصور اور نقص نہ ہو لیکن اس ظاہری حسن کے باوجود اگر یہ شے کسی دوسرے ناجائز کام کے لئے مقدمہ اور پیش خیمہ ہو۔ تو شریعت میں ناجائز کام کے لئے ذریعہ ہونے کی حیثیت سے اس کام کا درجہ بھی ناجائز کام کا ہو جاتا ہے۔ اس دوسرے ناجائز فعل کی وجہ سے اس ذریعہ اور مقدمہ کو بھی حرام کے زمرہ میں شمار کیا جاتا ہے۔ فقہاء کرام کے ہاں یہ حکم "سد الذرائع" کے نام سے متعارف ہے۔ علماء کرام کے ہاں یہ معتبر ہے۔ خاص کر حنابلہ اور موالک اس کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔ قرآن و حدیث کی رو سے اس قاعدہ کی نشاندہی بھی ہوتی ہے۔

قرآن کی رو سے قاعدہ کی وضاحت

مثلاً صحابہ کرامؓ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر شفقت اور توجہ دلاتے وقت "راعنا" کا لفظ استعمال کرتے تھے جس کا مقصد واضح تھا۔ کہ ہماری مصلحت کی رعایت فرمائیے۔ اس میں کوئی بے ادبی نہیں تھی۔ لیکن یہود اور منافقین اس لفظ کو بول کر اس سے ایسا معنی مراد لیتے تھے جو منصب نبوت کے مناسب نہیں تھا۔ اور اس سے یہودیوں کی شرارت کے لئے ایک موقع ملتا تھا اس شرارت اور فساد کے پیش خیمہ ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس جائز لفظ کے کہنے پر پابندی لگا کر متبادل لفظ تجویز فرمایا۔

یا ایھا الذین آمنوا لا تقولوا راعنا وقولوا انظرنا الآیۃ (سورۃ بقرۃ ۱۰۴)

اے ایمان والو! تم راعنا لفظ مت کہا کرو اور اس کی جگہ لفظ "انظرنا" کہہ دیا کرو۔

حدیث سے قاعدہ کی وضاحت

ایسا ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قریش کی تعمیر کردہ بیت اللہ میں متعدد نقائص نظر آئے۔ آپؐ کو محسوس ہوا کہ اس تعمیر میں قریش نے اختیاری یا غیر اختیاری اسباب کی وجہ سے ایسے تصرفات کئے ہیں جو بناء ابراہیمی کے خلاف ہیں۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ آپؐ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا:-

"میرا دل چاہتا ہے کہ موجودہ تعمیر کو منہدم کر کے اسے بالکل بناء ابراہیمی کے مطابق بنا دوں۔ لیکن ناواقف عوام کے فتنہ میں مبتلا ہونے کا خطرہ ہے۔ اس لئے سر دست اس کو اسی حال پر چھوڑتا ہوں"

ظاہر ہے کہ بیت اللہ کی تعمیر ایک اہم اور ضروری مسئلہ تھا لیکن ناجائز امور یعنی فتنہ و فساد کے لئے پیش خیمہ ہونے کی وجہ سے آپؐ نے قریش کی تعمیر کو اپنی حالت پر چھوڑ دیا۔

اس قاعدہ کے ذہن نشین ہونے کے بعد اب ہم "ٹیسٹ ٹیوب بے بی" کے طریقۂ علاج کے نتائج پر ایک طائرانہ نظر ڈالتے ہیں۔ اور دیکھتے ہیں کہ اس طریقۂ علاج سے معاشرہ پر اس کا مذہبی، معاشرتی اور اقتصادی لحاظ سے کیا اثرات پڑتے ہیں؟ اس سے معاشرہ کس حد تک متاثر ہوتا ہے؟ تاکہ مسئلہ واضح ہو جائے۔

ٹیسٹ ٹیوب بے بی کے ذریعہ نسب محفوظ نہیں رہتا

اگر حقیقت میں دیکھا جائے تو انسانیت کے لئے سب سے اہم مسئلہ تحفظ نسب کا ہے۔ دنیا باوجود ترقی کے آج اس میدان میں حیران ہے۔ غیر ثابت النسب بچوں کی تعلیم و تربیت موجودہ دنیا کے لئے ایک عظیم مسئلہ ہے۔ اسلام ہی وہ واحد دین اور مذہب ہے جس میں تحفظ نسب کی مکمل ضمانت موجود ہے۔ زنا اور دواعی زنا کی حرمت اور ممانعت سے وہ تمام راستے مسدود ہو گئے ہیں جس سے نسب متاثر ہوتا ہو۔ لیکن مذکورہ طریقہ علاج میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس میں انسان کا نسب محفوظ نہیں رہ سکتا۔ کیونکہ اس عمل کا تجربہ اگرچہ ایک میاں بیوی کے مادہ تولید سے کیا گیا ہے لیکن یہ ضروری نہیں کہ اس کو صرف میاں بیوی تک محدود رکھا جائے۔

کیونکہ ایک خاوند کے نطفہ میں جب خود صلاحیت موجود نہ ہو اور مذکورہ طریقہ علاج میسر ہو تو اس میں مانع کیا چیز ہے؟ کہ ایک غیر شخص کے ذی استعداد نطفہ سے یہ کام لیا جائے اور یا ایک عورت کو یہ معلوم ہو کہ میرا خاوند ناقابل اور نالائق ہے۔ ممکن ہے کہ اس کے نطفہ سے پیدا ہونے والا بچہ بھی باپ کی طرح نالائق اور ناقابل ہو۔ اور عورت نے بہ نفس نفیس یا خاوند کے مشورہ سے معین قابل اور ماہر شخص کے نطفہ سے یہ مسئلہ حل کر سکتی ہے تاکہ اس سے پیدا ہونے والا بچہ قابل اور ذہین ثابت ہو۔

چنانچہ اس تجربہ سے کامیابی کے بعد ایک اخباری اطلاع ملاحظہ فرمائیے۔

"آج کل امریکہ کی کیلی فورنیا کے علاقہ "ریسکو ڈیڈو" میں روبرٹ گراہم نے عالی ظرف نطفوں کا ایک بنک قائم کیا ہے جس میں بڑے بڑے فن کار، سائنسدان، موسیقار، فلسفی اور بے شمار اعلیٰ صلاحیت کے مالک لوگوں کے نطفوں کو یخ بستہ کر کے محفوظ رکھا گیا ہے۔ اور ان نطفوں کی تفصیل کیٹلاگ شائع کی جاتی ہے اور ایسی ماؤں کی تلاش میں رہتے ہیں جو نطفوں کے لئے مختلف خصوصیات کی حامل ہوں۔ جو "امیری نو" سے اولاد پیدا کر کے اعلیٰ عقل و خرد کے لوگوں کی آبادی میں اضافہ کر سکیں"

ظاہر ہے کہ غیر کے نطفہ سے پیدا ہونے والا بچہ اگرچہ قضاء "الولد للفراش وللعاهر حجر" سے باپ کا بیٹا کہلائے گا لیکن خود جب اس بچے کو معلوم ہو جائے کہ میں اس شخص کے نطفہ سے نہیں ہوں۔ میری پیدائش کے لئے مادہ تولید کسی غیر شخص سے حاصل کیا گیا ہے تو یہ پیدا ہونے والا بچہ کبھی بھی اس کو باپ تسلیم نہیں کرے گا۔ اور نہ دیانتہً یہ شخص باپ کہلانے کا مستحق ہے

مادہ تولید کا مذموم کاروبار روزمرہ کا معمول بن جائیگا

اگر اس عمل کو جاری رکھا گیا اور ان عالی ظرف نطفوں سے بچوں کی پیدائش کے اس طریقہ کو آگے بڑھا دیا گیا تو ظاہر ہے کہ عوام الناس کے رجحان کو دیکھ کر نطفوں کا باقاعدہ کاروبار شروع ہو جائے گا۔ کیونکہ بغیر قیمت کے میسر نہ ہونے کی صورت میں خواہ مخواہ خریدنے کی ضرورت ہوگی۔ شریعت میں مال نہ ہونے کی وجہ سے بیع باطل ہے۔ لیکن عام انسان بھی طبعی طور پر اس مذموم کاروبار سے متنفر ہے بلکہ ممکن ہے کہ خون کی خرید و فروخت کی طرح اس کو بھی بعض لوگ آمدنی کا ذریعہ بنا لیں۔

معاشرہ میں نکاح کی کوئی اہمیت نہ رہے گی

موجودہ دور میں ہر ایک معاشرہ کے اندر نکاح کے لئے خاص صورتیں موجود ہیں۔ زنا سے نفرت کے لئے مذہب، قانون یا فطرت ایک اہم سبب ہے اگرچہ یورپی درندوں کے ہاں اخلاق سوز برائیوں کو قانونی جواز حاصل ہے۔ لیکن پھر بھی زنا سے کچھ ہچکچاہٹ محسوس کرتے ہوں گے۔ لیکن زیر نظر طریقہ علاج اپنانے میں نکاح کی یہ وقعت بھی ختم ہو جائے گی۔ آخر کار ایک عورت کے لئے اس میں کیا مانع ہے؟ کہ وہ بغیر خاوند کسی غیر شخص کے نطفہ سے حاملہ بن کر ماں بن جائے۔ بغیر باپ کے کنواری ماں بچے کو اپنا بچہ سمجھے گی۔ اور یہ بچہ کل بڑا ہو کر اپنے امتیاز کے لئے صرف والدہ کی طرف نسبت پر کفایت کرے گا۔ یوں اس کے بچے کی خواہش پوری ہو جائے گی۔ جب کہ طبعی خواہشات کی تکمیل کے لئے غیر شرعی طریقے اختیار کئے جائیں گے۔ نکاح کو ضرورت سے ایک زائد چیز سمجھ لیں گے۔

افزائش نسل انسانی کے لئے انسانی فارم

جب نوبت یہاں تک پہنچے کہ ایک مرد کے نطفہ سے متعدد عورتیں حاملہ ہو سکتی ہیں تو پھر جس ملک کو افرادی قوت کی ضرورت ہوگی جہاں افزائش نسل پر متعلقہ جوڑوں کو انعام دیا جاتا ہے۔ وہاں اس ضرورت کی تکمیل کے لئے ایک آسان طریقہ میسر ہوگا کہ اعلیٰ ظرف اشخاص کے نطفوں کو اکٹھا کر کے ذی استعداد عورتوں کے لئے مرغیوں، گائے، بکریوں کی طرح فارم بنا کر بچے پیدا کئے جائیں گے۔ ایک انجکشن سے معلوم نہیں کتنے بچے پیدا ہوں گے؟ لیکن اسے بھی سوچنا چاہئے۔ کہ اس فارمی نوزائیدہ بچوں سے قوم و ملک اور معاشرہ کی اصلاح کے لئے کیا امیدیں رکھنی چاہئیں۔ بچوں کا مستقبل تو درکنار خود افزائش نسل کا یہ طریقہ ایک گھناؤنی حرکت کے مترادف ہے۔

ممکن ہے اس سفر کی انتہا یہ نہ ہو بلکہ اس کے بعد متعلقہ فارموں کے لئے ذی استعداد عورتوں کی ضرورت ہو گی۔ رضا کارانہ طور پر عورتوں کے میسر نہ ہونے کی صورت میں معاوضہ دے کر مطلوبہ عورتوں کو خریدنا پڑے گا۔ چنانچہ عورتوں کی خرید و فروخت کا ایک مذموم کاروبار شروع ہو کر جاہلیت کی یاد تازہ ہو گی۔

ٹیسٹ ٹیوب کے ذریعہ مرد ماں بن جائے گی

جب ایک نطفہ بغیر رحم مادر کے تولیدی ادوار طے کر کے بچہ بن جانے کی صلاحیت رکھتا ہو اور عورت کے پیٹ کے ایک خالی حصہ سے یہ مقصد پورا ہوتا ہو تو پھر ممکن ہے کہ اس عمل کا عورت کے پیٹ سے کوئی خاص تعلق نہ رہے، بلکہ مرد کے پیٹ میں بھی اس عمل کو جاری رکھ کر بچہ پیدا ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ اس کا تجربہ ہو چکا ہے تو مرد کے ماں بن جانے کے بعد دوسرے مسائل تو درکنار خود مرد کے لئے ذلت اور رسوائی کا مقام ہے۔ مزید برآں عورت طبعی طور پر بچے کی تربیت اور پرورش کی صلاحیت رکھتی ہے ایک عورت بچے کی جو تربیت کر سکتی ہے۔ مرد میں اس ذمہ داری اور اس بوجھ کو اٹھانے کی صلاحیت نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ حق حضانت یعنی حق تربیت خواہ نکاح قائم ہو یا میاں بیوی کے درمیان جدائی آجائے۔ پھر بھی حق عورت کو حاصل رہے گا

فتاویٰ عالمگیری جلد اول میں ہے کہ میاں بیوی کی جدائی کے بعد بھی لڑکے کے لیے سات یا نو سال تک اور لڑکی کے لئے تا بلوغ حق حضانت والدہ کو حاصل ہے۔ مرد ماں بن جانے کے بعد دوسرے مسائل کے علاوہ یہ بچے حق تربیت سے محروم رہ جائیں گے۔

زناکاری کا بند نہ ہونے والا دروازہ کھل جائے گا

جب مرد خود اس ذمہ داری کو اپنے کندھوں پر ڈال لے تو اس کو عورت کی ضرورت کیا رہے گی۔ ایسے ہی جب ایک عورت خاوند کے بغیر بچے کو جنم دے سکتی ہے تو ایسی حالت میں شادی کی ضرورت محسوس نہیں کرے گی۔ مرد اور عورت الگ الگ بچے پیدا کر لیں گے۔ اور طبعی خواہشات کی تکمیل کے لئے ناجائز ذرائع استعمال کریں گے۔ اگر کچھ مدت تک اس کی اجازت رہی تو پھر زنا اور لواطت کا ایک بند نہ ہونے والا دروازہ کھل جائے گا جس سے پوری انسانیت کی ہلاکت یقینی ہے۔

انسان کا رشتہ بندر اور کتوں سے جڑ جائے گا

جب اس طریقۂ تولید کو جاری رکھا گیا تحقیق و ریسرچ کسی خاص حد تک منتہی نہ ہو تو ممکن ہے کہ یہ انسانی مادہ تولید کسی بندرنی یا کتیا کے پیٹ کی خالی جگہ میں رکھ کر اس عمل کو پورا کیا جائے۔ ظاہر ہے کہ انسانی نطفہ سے پیدا ہونے والا بچہ انسان ہی شمار ہوگا۔ لیکن ماں کا یہ پیارا رشتہ بندروں اور کتوں کی نوع سے منسلک ہو جائے گا۔

سوچنے کا مقام ہے کہ یہ ترقی ہے یا تنزل؟ کہ ایک اشرف المخلوقات اور مخدوم عالم کسی کتیا یا بندرنی کا بچہ کہلائے۔

ان متعدد ناجائز اور غیر شرعی امور کی روشنی میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ٹیسٹ ٹیوب بے بی کے ذریعہ تولیدی عمل از روئے شرع ناجائز ہے۔ اگرچہ موجودہ دور میں لوگ اسے علمی ترقی سمجھتے ہیں لیکن رسوائی اور تباہی کے لئے پیش خیمہ ہونے کی وجہ سے آئندہ دور میں اس پر کنٹرول کرنا مشکل مسئلہ ہوگا۔

تصدیق جناب مولانا حافظ صاحب کے مضمون سے مجھے اتفاق ہے۔ ٹیسٹ ٹیوب بے بی طریق علاج (باقی ص۴۳ پر)
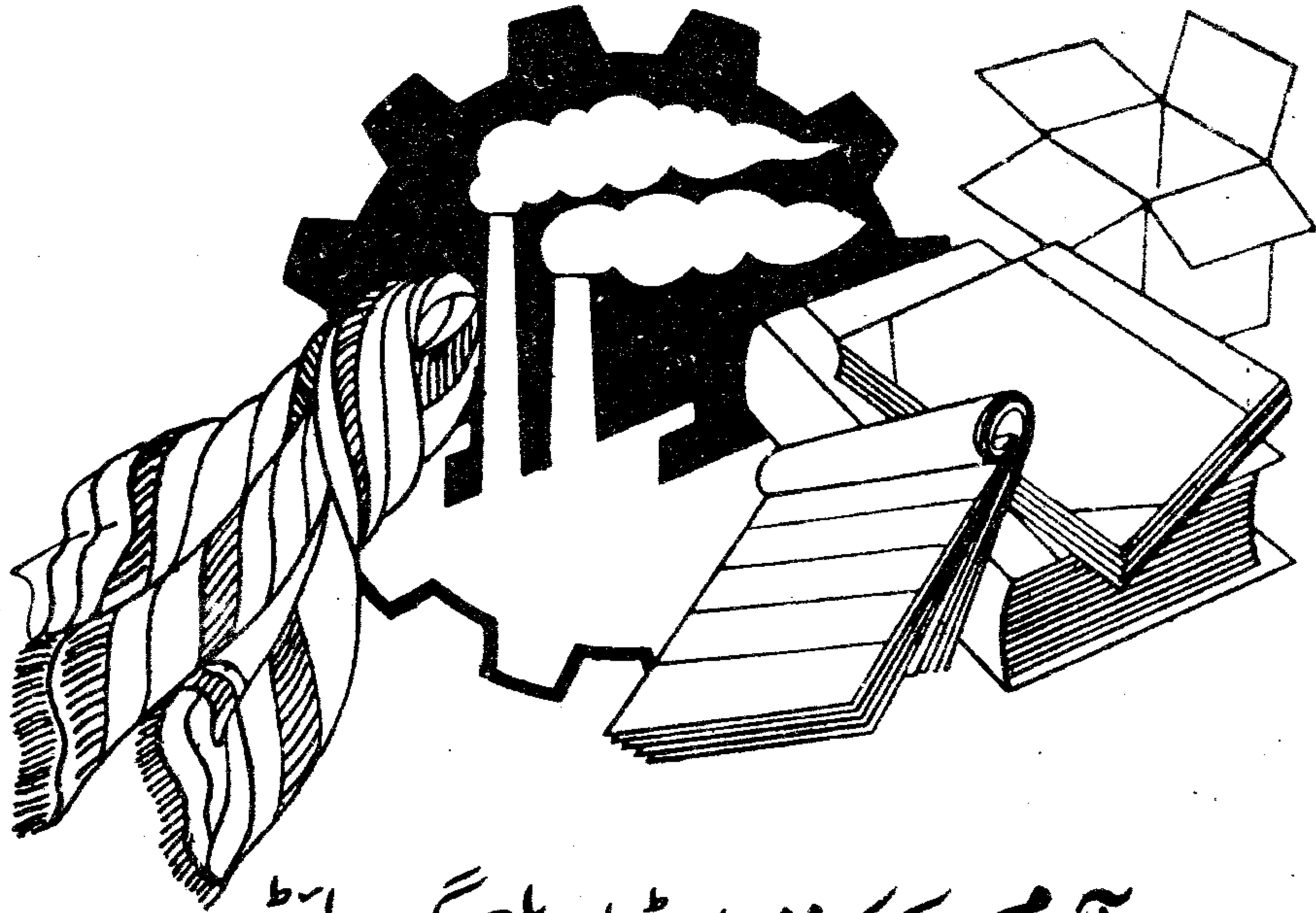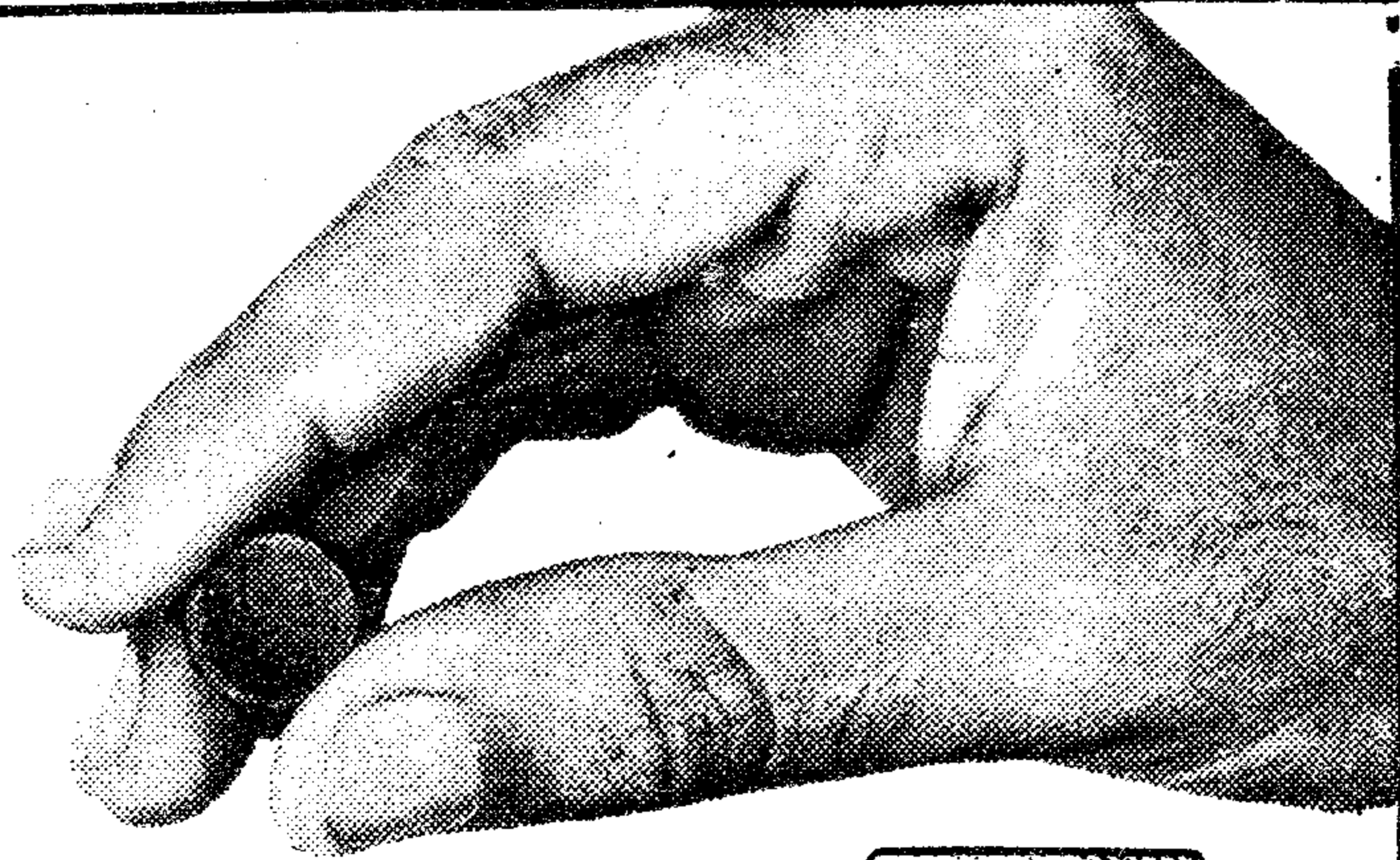
کارمینا
بدہضمی، قبض، گیس،
سینے کی جلن، تیزابیت
وغیرہ کا اچھا علاج ہے۔
carmina
ہمدرد
ہم خدمت خلق کرتے ہیں
کارمینا ہمیشہ گھر میں رکھیے۔
اداریہ خلاق
معاف کر دینا بہترین انتقام ہے۔
Adarts CAR-4/84
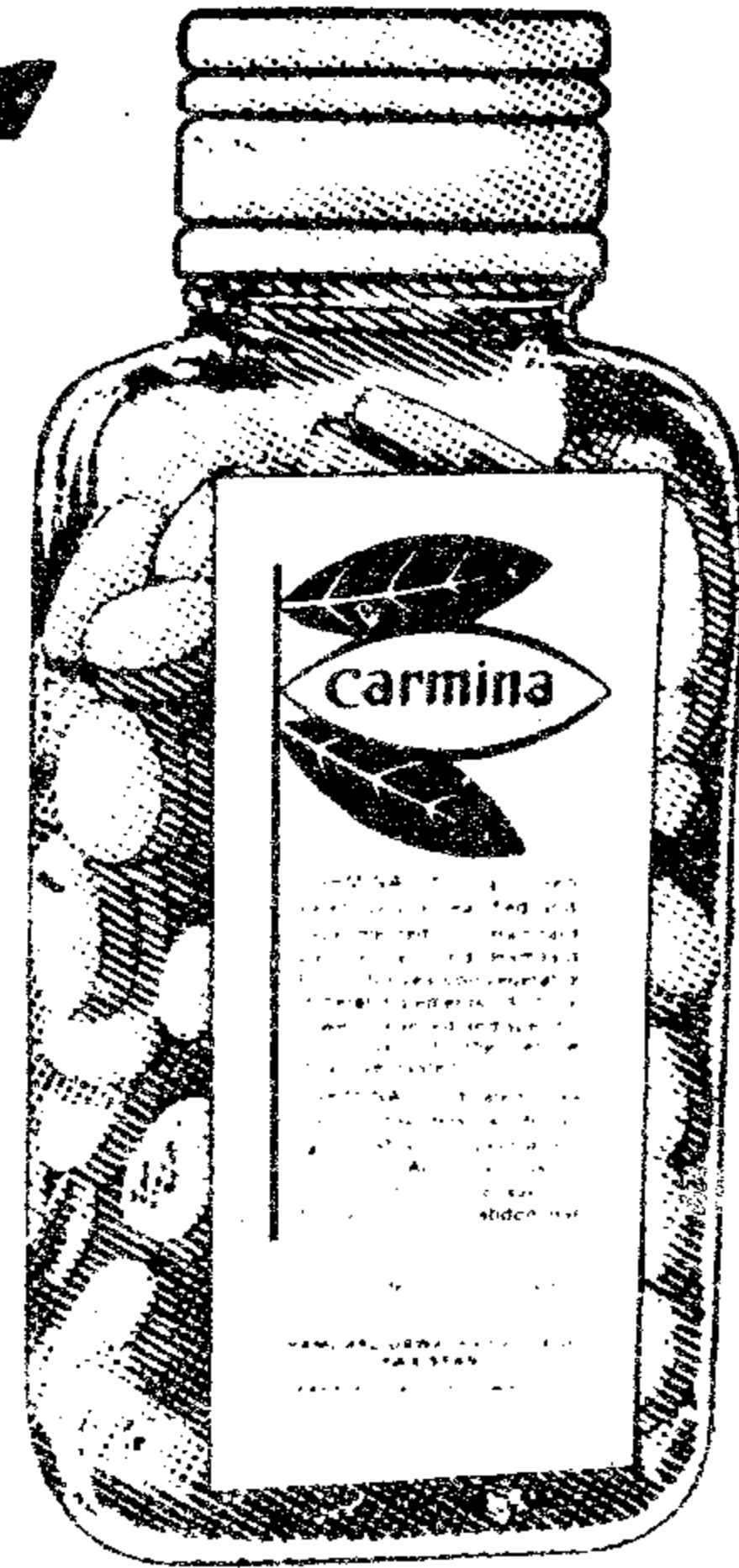
مولانا سمیع الحق، مدیر الحق

شیخ الحدیث مولانا مفتی محمد فرید

تبصرۂ کتب

خطباتِ حقانی (حصہ اول) | افادات: مولانا عبدالقیوم حقانی۔ صفحات ۱۲۸۔ قیمت ۱۸ روپے

ناشر: مؤتمر المصنفین دارالعلوم حقانیہ۔ اکوڑہ خٹک۔ پشاور۔

فاضل محترم جناب حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی، دارالعلوم حقانیہ کے فاضل اور کامیاب استاذ بھی ہیں اور قابلِ فخر شاگرد ہونے کے ساتھ بفضلہٖ تعالیٰ اچھے محقق عالم، بہترین مصنّف اور ادیب بھی ہیں۔ شعلہ بیان مقرر اور دارالعلوم حقانیہ کی لسان اور خطیب بھی ہیں، با صلاحیت نوجوان ہیں۔ استاذ العلماء محدّث کبیر حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب دامت برکاتہم اور دیگر اساتذۂ کرام کی خدمت و فیضِ صحبت اور جناب مدیر الحق حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہٗ کی تربیت اور اب عملی رفاقت کار نے ان کی صلاحیتوں میں نکھار پیدا کر دیا ہے۔ موصوف کی گراں قدر علمی و تحقیقی کاوشیں اور بلند پایہ تصانیف علمی اور دینی حلقوں میں معروف ہیں۔ ان کی تصنیفات میں دفاعِ امام ابوحنیفہؒ تو اپنی مثال آپ ہے۔ امام ابوحنیفہ کا نظریۂ انقلاب و سیاست اپنے موضوع پر جامع، عمیق اور منفرد رسالہ ہے۔ امام ابوحنیفہ کے حیرت انگیز واقعات۔ واقعۂ حنفیت کا ایک دلچسپ گلدستۂ تاریخ ہے۔ موصوف کے گراں قدر علمی اور دقیع تحریریں اور تحقیقی مضامین ملک بھر کے علمی و دینی رسالوں کے علاوہ مرکزِ علم دارالعلوم دیوبند کے ماہنامہ ترجمان "دارالعلوم" میں بھی بڑی ترجیح اور اہمیت کے ساتھ شائع ہوتے رہتے ہیں اور اب مولانا کے بعض احباب و مخلصین اور لائق تلامذہ نے آپ کی عام تقاریر، مواعظ اور خطباتِ جمعہ کو بھی محفوظ کرنے اور تحریر و ترتیب کے بعد شائع کرنے کا عزم کر لیا ہے۔

میں نے عزیز القدر مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب کے خطبات کو سنا اور پڑھا۔ ان کے الفاظ کو ادبیت اور مضامین کو انقلابیت سے آراستہ پایا۔ موصوف کے خطبات کا سلسلۂ ضبط و تحریر ہر لحاظ سے مستحسن اور بہتر ہے اس سلسلہ کا نقشِ اول طبع ہو کر منظرِ عام پر آگیا ہے۔ مجھے یقین ہے اگر خطباتِ حقانی کے ضبط و تحریر اور اشاعت کا باقاعدہ سلسلہ جاری رکھا گیا۔ تو یہ علماء، خطیبوں، واعظین، مبلّغین، طلباء، عامۃ المسلمین اور عام لکھے پڑھے دوستوں سب کے لئے یکساں طور پر مفید اور نفع رساں ہوگا۔

میری دلی دعا ہے کہ باری تعالیٰ اس سلسلہ خطبات کو مبارک، ہر لحاظ سے نافع اور با برکت بنائے اور مرتب

جناب مولانا قاری رمضان صاحب استاذ دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک، ناشر، ادارہ مؤتمر المصنفین اور اس کے منتظمین اور کارکنوں کو اجرِ جزیل دے آمین۔ کتاب کی تقطیع متوسط، کاغذ عمدہ۔ کتابت و طباعت قابلِ تعریف ٹائیٹل خوش رنگ و دیدہ زیب، ہر گھر اور ہر لائبریری کی معنویت میں اضافہ کا ذریعہ ہو گی (محمد فرید)

دار العلوم حقانیہ سے جامعہ ازہر تک تالیف۔ مولانا مفتی غلام الرحمٰن۔ صفحات ۱۴۸۔ قیمت ۲۵ روپے

موجودہ دور، لٹریچر، ادب اور تحریر و مطالعہ اور اس ذریعہ سے عقائد و نظریات کی ترویج و اشاعت کا ہے روزناموں، اخبارات، ہفت روزوں، ماہناموں اور ڈائجسٹوں کی بہتات تو ہے ہی، ناول، افسانے، ڈرامے، فلمی کتابیں من گھڑت تاریخی کہانیاں اور سفرنامے اس پر مستزاد ہیں۔ عموماً کسی کتاب تحریر اور سفرنامے کے پس منظر میں وہی ہوتا ہے جس کے ہاتھ میں قلم ہوتا ہے۔ آج باطل نظریات سوشلزم، کمیونزم، دہریت، انکارِ حدیث، انکارِ خدا، عداوت صحابہؓ۔ انکارِ ختم نبوت، مغربی تہذیب، مادہ پرستی اور لادینیت اور دیگر فتنے اسی راستے سے یلغار کر رہے ہیں۔ جو ملت مسلمہ کے تاریخی اور قومی و ملی روایات کو ملیامیٹ کر دینا چاہتے ہیں ـــ مگر علمائے حق اور مصلحین امت اور وارثانِ علوم نبوت کی مساعی، تبلیغ، و دعوت اور تحریر و تصنیف سے اسلام کی تاریخ دعوت و عزیمت کے تسلسل کو دوام حاصل رہا ہے۔ دار العلوم کے ہونہار فاضل، جید مدرس اور مفتی برادر مکرم حضرت مولانا مفتی غلام الرحمٰن صاحب بھی حرمین شریفین جامعۃ الازہر اور سفر مصر کی تفصیلی روئیداد، اسلامی تاریخ، وہاں کے مشاہدات و تاثرات، مغربی تمدن پر نقد و تبصرہ اور اسلامی و دینی ذہن کی تعمیر و تشکیل اور اہم علمی و اسلامی معلومات پر مشتمل سفرنامہ "دار العلوم حقانیہ سے جامعہ ازھر تک" کے نام سے تحریر فرماتے رہے۔ جس کا زیادہ تر حصہ ماہنامہ "الحق" میں شائع ہوتا رہا کچھ حصہ دیگر رسائل میں شائع ہوا اور اب بیش بہا اضافوں کے ساتھ مولانا موصوف نے ایک مستقل کتاب کی صورت میں اربابِ ذوق کی خدمت میں پیش کر دیا ہے۔

اس کے مطالعہ سے برادر اسلامی ملک مصر، عالمِ اسلام کی مشہور یونیورسٹی کے حالات اور حرمین الشریفین کی محبوبیت و عظمت اور جدید و قدیم تہذیب اور برصغیر کے مسلمانوں بالخصوص اہل پاکستان کا دینی تصلب، مغربیت اور مادیت کی تباہ کاریاں۔ دین اسلام کی جامعیت و آفاقیت اور اہل اسلام کا تغافل اور اس کے ضمن میں نئے جذبات اور ایمانی کیفیات کی انگیخت ہو گی۔

میری دلی دعا ہے کہ موصوف کی یہ تحریری کاوش، اسلامی ذہن کی تعمیر اور دین کی ترویج و اشاعت مؤثر ثابت ہو اور اللہ فاضل مؤلف کو آیندہ عظیم علمی تدریسی اور تصنیفی خدمات کی توفیق سے نوازتا رہے۔
حسین و جاذب نظر ٹائیٹل اور کتابت و طباعت کی عمدگی نے کتاب کی معنویت کو اور بھی دوبالا کر دیا ہے۔

(سمیع الحق)